بسم اللہ الرحمن الرحیم

جمال و حسن قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

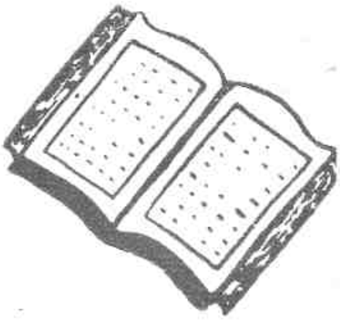

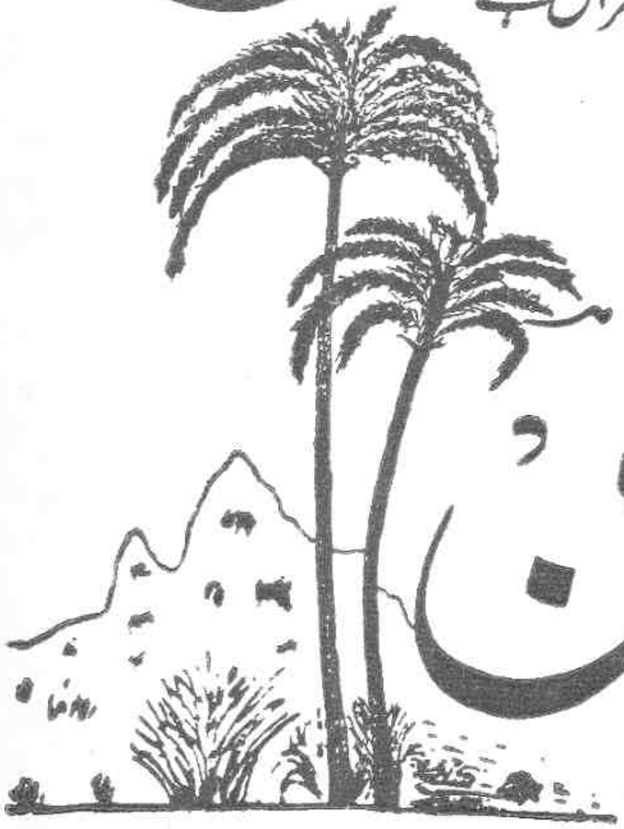

الفرقان

اکتوبر ۱۹۷۱ء

مدیر مسئول
ابو العطاء جالندھری

سالانہ اشتراک
پاکستان — سات روپے
بیرونی ممالک بحری ڈاک — ایک پونڈ
بیرونی ممالک ہوائی ڈاک — دو پونڈ

لائبیریا میں مغربی افریقہ کے احمدیہ مشنوں کی کانفرنس کے موقعہ پر مبلغین ٹیلی ویژن پروگرام میں حصہ لے رہے ہیں ۔

تردید عیسائیت

کے سلسلہ میں ان کتب کا مطالعہ آپ کے لئے بے حد مفید ثابت ہوگا۔

• **تحریری مناظرہ** قیمت ۱.۵۰

(الوہیت مسیح کے بارہ میں جناب مولانا ابو العطاء صاحب فاضل اور مشہور عیسائی پادری عبد الحق صاحب کے درمیان تحریری مناظرہ ۔ جس میں دو دو پرچے لکھے جانے کے بعد پادری صاحب نے مزید کچھ لکھنے سے انکار کر دیا)

• **مباحثہ مصر کا انگریزی ترجمہ** قیمت ۱.۲۵

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی جملہ کتب ہمارے مکتبہ سے مل سکتی ہیں ۔

فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

مکتبہ الفرقان ۔ ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۲۱ — شمارہ ۱۰

ماہنامہ **الفرقان** ربوہ

اکتوبر ۱۹۷۱ء

شعبان و رمضان ۱۳۹۱ ہجری قمری

اخاء ۱۳۵۰ ہجری شمسی

تبلیغی و تعلیمی مجلہ

ماہنامہ

الفرقان

اکتوبر ۱۹۷۱ء

ہمارے پنجسالہ معاونین

گزشتہ فہرست کے بعد مندرجہ ذیل احباب الفرقان کے پانچ سالہ معاونین میں شامل ہوئے ہیں۔ جزاہم اللہ خیراً :-

(۱) مولوی محمد عرفان صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ صوبہ سرحد۔

(۲) محمود احمد صاحب ہری پور ہزارہ

(۳) صوبیدار ملک اللہ دتا صاحب پھلروان ضلع گجرات۔

الفہرست

- رمضان المبارک کی بابرکت آمد — ایڈیٹر — ص ۲
- پادری عبدالحق صاحب کے نام کھلی چٹھی — " — ص ۳
  (چاروں مجوزہ مضامین پر مناظرہ منظور)
- شذرات — مدیر — ص ۸
- البیان (سورۃ المائدہ ع ۱۲ کا ترجمہ و مختصر تفسیر) — ابوالعطاء — ص ۹
- انوار قدرت (اردو نظم) — جناب چوہدری عبدالسلام صاحب اختر — ص ۱۳
- نور قرآن " — جناب چوہدری شبیر احمد صاحب — ص ۱۴
- لوح و قلم " — جناب مولوی نسیم سیفی صاحب — ص ۱۵
- دعوت الی اللہ " — حضرت قاضی محمد یوسف صاحب مرحوم — ص ۱۶
- حضرت قاضی امیر حسین صاحب فاضل کا ذکر خیر — جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور — ص ۱۷
- اُردو کے بعض مشہور مگر گمنام معنی الفاظ — جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد — ص ۲۰
- مدح نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں غیر منقوط قصیدہ (فارسی نظم) — جناب سید محمد شاہ صاحب سیفی کشمیر — ص ۲۳
- اکابر علماء احناف اور انگریزی حکومت ہند — (ماخوذ) — ص ۲۴
- ایک قومی ہیرو کا تذکرہ (جنرل اختر حسین ملک مرحوم) — (ماخوذ) — ص ۲۵
- فی شان الانبیاء (عربی قصیدہ) — جناب مولوی محمد عثمان صاحب صدیقی — ص ۲۹
- ایک شوخ پادری کے جواب میں (اُردو نظم) — جناب مولوی محمد صدیق صاحب ایم اے فجی — ص ۳۰
- ایک اہم سوال کا جواب — ایڈیٹر — ص ۳۱
- ابی شلوم کا گھرانہ (ایک تحقیقی مقالہ) — جناب محمد اکرم خان صاحب غوری لندن — ص ۳۳
- اشتہارات — ص ۳۴-۴۸

ادارِیہ

رمضان المبارک کی بابرکت آمد

مومنوں کی مغفرت اور انکی روحانی بلند پروازیوں کے خاص ایّام

رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ ایک ہفتہ تک شروع ہو رہا ہے۔ اس شمارہ کے قارئین کے ہاتھوں تک پہنچنے تک بعض مقامات پر اس کی آمد آمد ہوگی اور بعض مقامات پر اس کا پُرعظمت آغاز ہو چکا ہوگا۔ بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا جَمِيْعًا (آمین)

اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ کا قرآن پاک میں خاص طور پر ذکر فرمایا ہے۔ اسے نزولِ قرآن کے مبارک ایّام قرار دیا ہے۔ دُعاؤں کی قبولیت اور قربِ الٰہی پانے کے خاص ایّام ٹھہرایا ہے۔ باہمی اخوت، احساسِ مساوات اور جذبۂ غریب پروری کے اُبھارنے کا خاص اہم ترین مہینہ قرار دیا ہے۔ پس ان ایّام سے انفرادی اور اجتماعی فوائد حاصل کرنے کے لئے پختہ نیّت کے ساتھ کمرِ ہمّت باندھ لینی چاہیئے۔

حقیقی روزہ دار کو علاوہ روحانی و اخلاقی فوائد کے ایک بلند مرتبہ یُوں ملتا ہے کہ ان دنوں اس کی دُعائیں بارگاہِ الٰہی میں خاص طور پر مقبول ہوتی ہیں۔ فہمِ قرآن حاصل کرنے کا بھی یہ ایک خاص مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بطور حکم فرمایا ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (بقرہ ع ۲۳) کہ جو بالغ مرد و عورت تندرستی و صحت کی حالت میں مقیم ہو۔ مسافر نہ ہو۔ اس پر فرض ہے کہ رمضان کے مہینے کے روزے رکھے۔

پس سب مسلمانوں کو چاہیئے کہ روزہ کے جملہ مقاصد، تمام لوازم اور اس کی ساری شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے محض ﷲ روزے رکھیں تا وہ آسمانی برکات، روحانی فیوض اور تمدّنی فوائد سے پُوری طرح متمتّع ہوں۔ دُعا ہے کہ رمضان کا یہ بابرکت مہینہ ہم سب پر خیر و برکت کے ساتھ آئے اور جب ختم ہو تو ہم سب اللہ تعالیٰ کی رحمت و غفران کی چادروں میں ہوں اور اسکے فضلوں کے وارث ہوں۔ اللّٰھم آمین یا ربّ العالمین۔

۲۳ شعبان المعظم　　ابوالعطاء

پادری عبدالحق صاحب کے نام کھلی چٹھی

پادری صاحب کے چاروں مجوزہ مضامین پر تحریری مناظرہ منظور ہے

قارئینِ الفرقان کو یاد ہوگا کہ نو سال پیشتر پادری عبدالحق صاحب نے الوہیتِ مسیح پر تحریری طور پر مناظرہ کرنا منظور کیا تھا مگر دو دو پرچے کے بعد اسے نا تمام چھوڑ کر پادری صاحب گریز کر گئے ہماری بھرپور کوشش کے باوجود وہ اس مناظرہ کو مکمل کرنے پر آمادہ نہ ہوئے تھے اسلئے ہم نے مجبوراً فریقین کے دو دو پرچے مع خط و کتابت طبع کرا دیئے اور ۱۹۶۲ء میں اسے "تحریری مناظرہ" کے نام سے شائع کر دیا تھا۔

ہم نے "تحریری مناظرہ" کے حرفِ آغاز میں لکھا تھا کہ:-

"الحمد للہ کہ الوہیتِ مسیح کے متعلق یہ مناظرہ ہو گیا ہے۔ اب ہم پادری عبدالحق صاحب بلکہ ہر عیسائی پادری سے اس تحریر کے ذریعہ مزید درخواست کرتے ہیں کہ اگر وہ پسند کریں تو حضرت مسیح کی صلیبی موت پر بھی ایک باقاعدہ تحریری مناظرہ ہو جائے۔ جس میں فریقین کے دلائل اور اعتراضات یکجا طور پر جمع ہو جائیں۔ کیا کوئی پادری صاحب اس کے لئے تیار ہونگے؟"

یہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۲ء کی تحریر ہے۔ پادری صاحب اس بارے میں آج تک خاموش رہے۔

گزشتہ دنوں محترم جناب ایڈیٹر صاحب اخبار بدر قادیان کے ایک نوٹ پر مسیحی رسالہ ہما لکھنؤ کے ایڈیٹر صاحب نے خط و کتابت شروع کی۔ اس سلسلہ میں "تحریری مناظرہ" اور اسکی مندرجہ بالا دعوتِ مناظرہ کا بھی ذکر آیا۔ پھر مدیر ہما کی بجائے خود پادری عبدالحق صاحب نے چند ٹی گڑھ سے خطوط لکھنے شروع کر دیئے۔ دونوں طرف سے خاصی خط و کتابت ہوتی رہی۔ ہم نے ان خطوط کی نقول پڑھی ہیں۔

محترم مدیر صاحب اخبار بدر کے استدلال کے سامنے مجبور ہو کر آخر کار پادری عبدالحق صاحب نے اپنی آخری چٹھی مرقومہ ۶ اکتوبر ۱۹۷۱ء میں لکھ دیا ہے کہ:-

"ہم قصہ کو تاہ کئے دیتے ہیں چنانچہ ہم الوہیتِ مسیح اور مسیح کی صلیبی موت دونوں مضمونوں پر آپ سے مساوی حیثیت کے مشروط (۲) تحریری مناظرہ کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ ان کے مقابل آپ کی جماعت کے نمائندگان

بھی احمدی عقیدۂ توحید اور مسیحیت مرزا صاحب قادیانی کے مسلّمات پر ویسے ہی مناظرہ کیلئے آمادہ ہوں"

پادری صاحب کے جواب میں ہم واضح طور پر اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہمیں پادری صاحب کے تجویز کردہ سب مضامین پر تحریری مناظرہ کرنا منظور ہے۔ گویا مندرجہ ذیل چار مضامین پر مناظرہ ہوگا (۱) الوہیت مسیح (۲) مسیح کی صلیبی موت (۳) احمدی عقیدۂ توحید (۴) مسیحیت حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ۔

پادری صاحب سے اب صرف چند معمولی وضاحتیں مطلوب ہیں۔ اوّل یہ کہ آیا الوہیت مسیح پر پہلے کے دو دو پرچے شمار کئے جائیں گے اور آگے بات چلیگی یا بالکل از سرِ نو مناظرہ ہوگا؟

دوم۔ ہر چہار مضامین میں مدعی کی تعیین ضروری ہے۔ ہمارے نزدیک جس فریق کے مسلّمہ عقیدہ پر بحث ہو وہی اس میں مدعی تسلیم کیا جائے اس سے مساوی حیثیت قائم رہے گی۔

سوم۔ وقت مناظرہ، تاریخ مناظرہ اور مقامِ مناظرہ بھی معیّن ہونا ضروری ہے۔ ہمارے نزدیک منصفانہ طریق یہ ہے کہ ہر مضمون کے سات سات پرچے ہوں۔ پہلا اور آخری پرچہ مدعی کا ہوگا اور ہر پرچے کے لکھنے کا وقت تین تین گھنٹے ہوگا۔ جب کسی فریق کا مناظر پرچہ تحریر کر رہا ہوگا تو فریق مخالف کا ایک نگران اس کے پاس ہوگا جو تصدیق کریگا کہ مناظر نے ہی پرچہ لکھا ہے اور مقررہ وقت میں لکھا ہے۔ اس طریق سے پادری صاحب کے جملہ شکوک و شبہات کا ازالہ ہو جائے گا۔

تاریخ ہائے مناظرات اور مقامِ مناظرہ اور نمائندگان کا تعیّن فریقین کے حالات اور سہولت کو مدنظر رکھ کر بذریعہ خط و کتابت پادری صاحب سے طے کر لیا جائے گا۔ اب ضرورت صرف یہ ہے کہ پادری صاحب واضح طور پر لکھ دیں کہ انہیں مندرجہ بالا صورت تحریری مناظرہ کے لئے منظور ہے۔

ہمارا یقین ہے کہ پادری صاحب کے لئے اب انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں ہے۔ ہم ان کے تجویز کردہ چاروں عنوانوں پر ان سے تحریری مناظرہ کے لئے بتوفیقہ تعالیٰ تیار و آمادہ ہیں۔ اب پادری صاحب لمبی چوڑی باتوں کی بجائے صرف اتنا لکھ بھیجیں کہ انہیں تحریری مناظرہ کی مذکورہ بالا صورت منظور ہے۔ بہتر ہوگا کہ خط و کتابت بصیغہ رجسٹری براہِ راست ہو تا وقت بچ سکے اور باقی امور کا جلد فیصلہ ہو کر مناظرہ شروع ہو سکے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

خاکسار

ابو العطاء

۱۳؍ اکتوبر ۱۹۷۱ء ربوہ

شذرات

(۱) مسیحیت کے گلے پر چھری

پاکستان کرسچین لیگ کے صدر نے اعلان فرمایا ہے کہ:-

"ریوائزڈ سٹینڈرڈ ورشن آف دی بائیبل مسٹر جان ایکسٹن کی سرپرستی میں تقسیم کی گئی ہے جس میں یسوع مسیح کو ایک انسان کا بیٹا کہا گیا ہے۔ اور حضرت مریم کو ایک نوجوان عورت ظاہر کر کے مذہب مسیحیت کے گلے پر چھری چلائی گئی ہے۔"

(روزنامہ مساوات لاہور ۲۲ ستمبر ۱۹۷۱ء)

الفرقان۔ جب خود مسیحی صاحبان بائیبل کے تراجم کے ذریعہ "مسیحیت کے گلے پر چھری" چلا رہے ہیں تو کیا اس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشگوئی پوری نہیں ہو جاتی جو حضورؐ نے ان باطل پرستوں کے بارے میں یَذُوْبُ كَمَا يَذُوْبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ (صحیح مسلم) کے الفاظ میں بیان فرمائی تھی؟

(۲) عیسائی مشنری انگریزی استعمار کا شجرۂ خبیثہ

"کہنے کو تو انگریزی استعمار یہاں سے جا چکا ہے مگر اس نے بڑی عیاری سے ایک پودہ کاشت کر دیا ہے جو اندر ہی اندر پاکستان اور اس کے نظریہ کو بڑی خوبصورتی سے دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے مگر کسی کو بھی اس پودا کے شجر خبیث ہونے کا وہم بھی نہیں ہوتا۔ شاید یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ خود اہل پاکستان ہی اس کی جڑوں میں پانی دے کر اسے ہرا بھرا رکھے ہوئے ہیں۔ یہ پودا عیسائی مشنریوں کے تعلیمی و تبلیغی اداروں کی صورت میں یہاں برگ و بار لائے ہوئے ہے۔" (اہلحدیث لاہور ۲۴ ستمبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۵)

الفرقان۔ اگر علماء صحیح طریق اختیار کرتے اور اہل پاکستان کو اسلامی اخلاق و دلائل سے بہرہ ور کر سکتے تو اہل پاکستان اس شجرۂ خبیثہ کو کس طرح ہرا بھرا رکھ سکتے تھے؟ اب بھی وقت ہے کہ یونہی شور مچانے کی بجائے اسلام کے بتائے ہوئے طریقوں سے عیسائی پادریوں کا مقابلہ کیا جائے۔

(۳) ختم نبوت کی برکات سے مسلمانوں کی محرومی

جناب مولانا ابو الکلام آزاد نے اپنے رسالہ

"عیدین" میں لکھا ہے :-

"عید الفطر کا جشن ملّی، یہ ورود ذکر و رحمتِ الٰہی کی یادگار، یہ سربلندی و افتخار کی بخشش کا یادآور، یہ یوم کامرانی و فیروزی و شادمانی اس وقت تک عیش و سرور کا دن تھا جب تک ہمارے سر تاجِ خلافت سے سربلند ہونے کے لئے اور جسم خلعتِ نیابت سے مفتخر ہونے کے لئے تھے۔ عزّت و عظمت جب ہمارے ساتھ تھی اور اقبال و کامرانی ہمارے آگے دوڑتی تھی۔ خدا کی نعمتوں کا ہم پر سایہ تھا اور اللہ کی بخشی ہوئی خلافت کے تختِ جلالی پر متمکن تھے لیکن اب ہمارے اقبال و کامرانی کا تذکرہ صرف صفحاتِ تاریخ کا ایک افسانۂ ماضی رہ گیا ہے۔ دُنیا کی اور قومیں ہمارے لئے وسیلۂ عبرت تھیں لیکن اب خود ہمارے اقبال و ادبار کی حکایت اَوروں کے لئے مثالِ عبرت ہے۔ ہم نے خدا کی دی ہوئی عزّت و کامرانی کو ہوائے نفس کی بتلائی ہوئی راہِ مذلّت سے بدل لیا۔ اس کے عطا کئے ہوئے منصبِ خلافت کی قدر نہ پہچانی اور زمین کی وراثت و نیابت کا خلعت ہم کو راس نہ آیا۔ اب ہمارے عید کی خوشیوں کے دن گئے۔ عیش و عشرت کا دَور ختم ہوگیا۔" (رسالہ عیدین صـ۱۵-۱۶)

الفرقان - اللہ تعالیٰ کا جماعت احمدیہ پر کتنا فضل ہے کہ اُس نے اِس جماعت کو خلافت سے سرفراز فرمایا ہے۔

(۴) خاندانی بادشاہت و شہنشاہیت اور اہلِ حدیث

مدیر اخبار اہلحدیث لاہور ایران میں اڑھائی ہزار سالہ جشنِ شہنشاہیت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں :-

"شہنشاہیت ہمارے لئے نہ قابلِ برداشت ہے اور نہ گوارا۔ کہ ہم اسے قرونِ وسطیٰ کا فرسودہ اور غیر اسلامی نظام سمجھتے اور غیر انسانی شمار کرتے ہیں جس میں قابلیت اور فضیلت وجہ احترام اور سبب اقتدار نہیں بلکہ ایک مخصوص خاندان سے تعلق اس کا باعث ہے، جبکہ اسلام اِن ہی عصبیتوں کو مٹانے اور اِن ہی بُتوں کو پاش پاش کرنے کے لئے اِس دُنیا میں آیا اور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں واشگاف الفاظ میں اس حقیقت کو آشکار کیا اور قیامت تک کے لئے نسلی، لسانی اور قبائلی تعصبات کو ختم کرنے کا اعلان فرمایا۔"

(اخبار اہلحدیث لاہور یکم اکتوبر ۱۹۷۱ء)

الفرقان - سوال یہ ہے کہ اگر بادشاہت اور

شہنشاہیت "غیر اسلامی نظام" ہے اور "غیر انسانی طریق" ہے اور اہل حدیث صاحبان اسی لئے ایران کے بارے میں یہ اظہار کر رہے ہیں تو وہ حجاز کی خاندانی بادشاہت کے متعلق کیا جواب دے سکتے ہیں ؟

(۵) سر سیّد احمد اور ۱۸۵۷ء کی "جنگ آزادی"

ماہنامہ ترجمان الحدیث لاہور لکھتا ہے کہ :-

"سر سید احمد خان اس جنگ آزادی کو درست نہیں سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اسے غدر یعنی بغاوت کا نام دیتے ہیں۔ انہوں نے جنگ آزادی کے دوران میں انگریز عورتوں کی حفاظت کی اور امن و امان برقرار رکھنے کے لئے جان تک کی بازی لگا دینے میں باک محسوس نہ کی۔" (ترجمان الحدیث اکتوبر ۱۹۷۱ء صفحہ ۲۸)

الفرقان۔ کیا علماء ان حالات میں سر سید کو انگریزوں کا آلۂ کار قرار دیں گے ؟

(۶) پاکستان میں قرآنی نظامِ حیات کا قیام اور جناب چودھری محمد ظفر اللہ خان

روزنامہ نوائے وقت رقمطراز ہے :-

"سابق وزیر خارجہ پاکستان اور بین الاقوامی عدالت کے فاضل جج چوہدری محمد ظفر اللہ خان نے کہا ہے ہم نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ جب پاکستان مل جائے گا تو ہم اس میں اسلامی اور قرآنی نظامِ حیات قائم کریں گے لیکن ہم نے دین کو دنیا کے تابع کر دیا ہے یہ بڑی نازک صورت حال ہے۔ اللہ کی گرفت دیر سے شروع ہوتی ہے لیکن یہ بڑی سخت ہوتی ہے۔

ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ مسلمانوں کو اس یاد دہانی کی سعادت ایک ایسے بزرگ کو حاصل ہوئی ہے جسے عام مسلمان "مرزائی" کہتے ہیں اور علماء دین "مسلمان" ہی تسلیم نہیں کرتے۔ اب ہم علمائے دین کو کیسے یاد دلائیں کہ یہ فرض ان کا تھا لیکن ادا کرنے کی سعادت سر چوہدری ظفر اللہ خان کو ہوئی ہے۔ ممکن ہے کل یہ علماء ہمارا جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیں لیکن ہماری دعا تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے مصلحت پسند علماء کو جو حق بات کہنے کی بھی جرأت نہیں رکھتے جلد سے جلد اپنے پاس بلا لے ہم ان کے بغیر ہی اچھے ہیں۔" (نوائے وقت ۴ فروری ۱۹۶۶ء)

جناب چودھری صاحب موصوف کے بیان پر مدیر تنظیم اہلحدیث لاہور کے ذیل کے تبصرہ پر بھی غور فرمایا جائے لکھا ہے :-

"یہ وہ فاضل جج ہیں جو سرحدوں کی تشکیل تک پاکستان بنانے کی مہم میں قائد اعظم کے ہمراہ شریک رہے ہیں۔ ان کا یہ بیان نہایت معنی خیز ہے مگر اس سے صرف وہی لوگ عبرت پکڑیں گے جن کی روحیں اسلام اور فطرتیں حساس ہوں گی دوسروں کو اس سے کیا۔" (تنظیم اہلحدیث ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء)

الفرقان۔ ہم نے یہ پرانا گذشتہ حالات اور ضرورت کے مطابق دوبارہ درج کیا ہے۔ اے کاش! کہ لوگ غور کریں۔

(۷) علماء اہلحدیث کی افسوسناک روش

ذیل میں دو مختلف اقتباس درج ہیں :-

(الف) "ہم مسجد قدس اہلحدیث چوک دالگراں لاہور کے دیرینہ طالبعلم ہیں اور عبدالقادر روپڑی کے ناپاک کردار کے نہ صرف عینی شاہد بلکہ اس سلسلہ میں اسکے ظلم وستم کا نشانہ بنتے رہے ہیں۔ ہم نے روپڑی خاندان کے بڑوں چچا وغیرہ کے سامنے اپنی حالت زار کا ذکر کیا لیکن انہوں نے غریبوں کے بچوں کی قیمتی زندگی اور مسجد کی پاکی پر اپنی خاندانی زندگی کو ترجیح دی ... اب عبدالقادر روپڑی اور اسکے ساتھی اپنی بدکرداریوں اور لاکھوں روپے کے خرد برد پر پردہ ڈالنے کیلئے عرصہ سے جمعہ کے خطبوں اور اخباری بیانوں سے اپنے مخالفین کے خلاف اشتعال دلا رہے ہیں لیکن جماعت اہلحدیث خاموش ہے۔" (اشتہار "عبدالقادر روپڑی کا مباہلہ سے فرار" مطبوعہ لاہور آرٹ پریس لاہور)

(ب) "سنا ہے کہ ناپاک عزائم رکھنے والی پارٹی جس میں میاں فضل حق ناظم اعلیٰ جمعیت اہلحدیث، میاں احسان الٰہی ظہیر اور شیخ اشرف تاجر کتب لاہور بھی یقینی طور پر شریک ہیں حافظ عبدالقادر روپڑی کے مرید قتل کا منصوبہ تیار کر رہی ہے۔ ہم ایسے لوگوں کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ اپنی بدترین حرکات سے باز نہ آئے تو جماعت ان کی شرانگیزیوں اور فتنہ پردازیوں کو خاموشی سے برداشت نہیں کریگی۔" (تنظیم اہلحدیث لاہور ۸ر اکتوبر ۱۹۷۱ء)

الفرقان: "واقعات" کے متعلق ہم کچھ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ یہ روش بہرحال افسوسناک ہے۔ علماء اہلحدیث کو چاہیئے کہ وہ زبانی باتیں کرنے اور حق کی مخالفت کی بجائے اندرونی اصلاح اور اپنے اخلاق کی طرف توجہ کریں۔

(۸) اخبار روشنی سرینگر کا اشتہار ذیل بلا تبصرہ درج ہے:-

"احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شاخہائے ہند کیلئے ضروری اعلان"

"بمبئی میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شاخ لاہور کے نمائندے مسٹر عبدالرزاق اور مبلغ مولانا سمیع اللہ صاحب کے درمیان آپس میں کچھ اختلافات پیدا ہو گئے جو دن بدن وسیع ہوتے گئے۔ عبدالرزاق صاحب نے جماعت کا آرگن "الحکم" بھی جس کے وہ پرنٹر پبلشر تھے جماعتہائے ہند کی مرضی کے بالکل برخلاف بند بھی کر دیا ہے اور اسکی ملکیت بدلنے سے بھی انکار کر دیا۔ اس افسوسناک صورت حال کے پیش نظر جماعت سرینگر نے دونوں صاحبان کو بذریعہ تار جماعت سرینگر کے خرچ پر سرینگر پہنچنے کی درخواست کی تاکہ دونوں کے درمیان صلح و سمجھوتہ کرایا جاتا لیکن عبدالرزاق نے تار کا کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر انہیں بذریعہ خط بھی استدعا کی گئی لیکن اس کا بھی انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس سے پہلے انہوں نے جماعت سے اور پھر انجمن کی نمائندگی سے بھی علیحدگی کا ذکر اپنے خطوط میں کیا ہے۔

اسلئے تمام جماعتہائے ہند و بیرون ہند سے استدعا کی جاتی ہے کہ وہ عبدالرزاق سابق نمائندہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ۱۷ ہائی کورٹ مولانا آزاد روڈ بمبئی ملا کے ساتھ کسی قسم کا رابطہ انجمن کے نام پر رکھیں اور نہ کوئی رقم یا چندہ ارسال فرماویں۔

(دستخط) شیخ عبدالصمد (صاحب)
صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کشمیر"

سورۃ المائدہ ع ۱۳

البیان

قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کے ساتھ

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ

اے ایماندارو! اللہ تعالیٰ یقیناً تمہیں شکار کے کسی ایسے حصے یا ایسی چیز کے بارے میں ضرور آزمائے گا

تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَخَافُهُ

جس تک تمہارے ہاتھوں اور تمہارے نیزوں (ہتھیاروں) کی رسائی ہو سکتی ہے تا اللہ تعالیٰ ظاہر کر دے کہ اس سے غائبانہ طور پر

بِالْغَيْبِ ج فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ

کون ڈرتا ہے ۔ پھر اس کے بعد جو حد سے تجاوز کرے گا اس کے لئے دردناک عذاب

أَلِيمٌ ○ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ

مقرر ہے ۔ اے ایماندارو! اس حالت میں شکار کو قتل مت کرو

تفسیر: سورۃ المائدہ ع ۱۳ میں سات آیتیں ہیں۔ ان آیات میں حج کے سلسلہ میں بعض احکام کا ذکر ہے۔

پہلی آیت میں اصولی ہدایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش کے لئے بعض احکام نازل کرتا ہے ۔ خدا ترس بندوں کا فرض ہے کہ ان کی پوری پوری تعمیل کریں ۔ ایسی آزمائش خود مومن پر بھی اپنے ایمان کی پختگی یا ناپختگی کو ظاہر کرنے کا ذریعہ بنتی ہے اور دوسرے لوگوں پر بھی اہل ایمان کا مقام ظاہر ہو جاتا ہے۔

فرمایا کہ بعض دفعہ حالت احرام میں شکار بالکل قابو میں ہوتا ہے ہاتھ سے یا نیزے سے اسے یقینی طور پر شکار کیا جا سکتا ہے لیکن اللہ کا حکم ہوتا ہے کہ اس حالت میں شکار نہ کیا جائے ۔ اب یہ ایک امتحان ہے

وَأَنْتُمْ حُرُمٌ ۚ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ

جبکہ تم نے حج کیلئے احرام باندھا ہوا ہے۔ جو شخص تم میں سے جان بوجھ کر اس حالت میں شکار کئے جانور کو مارےگا تو اس کے ذمہ

مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ

قتل کردہ شکار کی مانند ایک چوپایہ بطور فدیہ ہوگا جو بصورت قربانی کعبہ پہنچے گا اس کا فیصلہ تم میں دو عادل شخص

هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ أَوْ عَدْلُ

کریں گے۔　یا پھر اسکے ذمہ بطور کفارہ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا　یا اسی کے برابر

ذَٰلِكَ صِيَامًا لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ ۗ عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ ۚ

روزے رکھنے ہوں گے　تا اپنے عمل کا بدلہ چکھ سکے۔　اللہ تعالیٰ نے گزشتہ کے بارے میں درگزر فرمایا ہے

وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ ۚ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

لیکن جو پھر ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے نافرمانی کا ضرور انتقام لیگا۔ اللہ تعالیٰ غالب اور بدلہ لینے والا ہے۔

تقویٰ شعار انسان بہرحال حکم خداوندی کی پیروی کرے گا لیکن دوسرے لوگ حدود الٰہیّہ سے تجاوز کرنے کے باعث مستحق عذاب بن جائیں گے۔

دوسری آیت میں یہ صراحت فرمائی ہے کہ حج کی نیت کر کے احرام باندھنے والا انسان شکار نہیں کر سکتا اگر کوئی ارادتاً کسی شکار کو مارے گا تو اُسے کفارہ ادا کرنا پڑے گا جس کا فیصلہ یا تعین دو صاحب عدل مسلمان کریں گے مثلاً جس شخص نے ہرن کا شکار کیا ہے اسے فدیہ میں بکری دینی پڑیگی وغیرہ۔ پھر یہ جانور کعبہ کے مقام پر قربانی کے لئے لے جائے جائیں گے۔ جو لوگ شکار کر بیٹھیں لیکن شکار کے مقابلہ کا جانور قربان نہ کر سکیں انہیں مسکینوں کو کھانا کھلانا پڑے گا یا اس کے مقابل پر روزے رکھنے پڑیں گے۔

ایک آدھ مرتبہ ایسا کرنے والے کے لئے تو کفارہ مقرر فرما دیا مگر جو عادتاً اور بار بار ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق ہوگا۔

اسلام کا یہ حکم ایّام حج کو پُرامن بنانے اور حج کی باریک حکمتوں کو زیر عمل لانے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ج

تمہارے لئے سمندر (پانی) کے جانوروں کا شکار کرنا اور ان کا کھانا جائز قرار دیدیا گیا ہے تا اس سے تمہیں اور تمام سفر و سیاحت کرنے والوں کو فائدہ پہنچے

وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ

ہاں البتہ تم پر خشکی کا شکار اس وقت تک حرام ہوگا جب تک تم حالتِ احرام میں ہو۔ تم اس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو

الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ○ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ

جس کے پاس تم سب اکٹھے کئے جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے بلند شان والے کعبہ کو عزت و حرمت کا گھر

الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ط

قرار دیکر اسے لوگوں کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے ایسا ہی عزت والے مہینے، قربانیوں اور قربانیوں کے گلے کے ہاروں کو قیامِ عالم کا

ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

ذریعہ ٹھہرایا ہے تا تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کو جانتا ہے

تیسری آیت میں بتایا گیا ہے کہ دریائی جانوروں کا شکار کرنا اور اُسے کھانا حاجیوں کے لئے بھی روا ہے۔ عام سیاحت کرنے والوں کے لئے بھی اس میں فائدہ ہے البتہ حاجی کے مُحرِم ہونے کی صورت میں خشکی کے شکار کی اسے اجازت نہیں ہے۔

چوتھی آیت میں ایک عظیم پیشگوئی بیان ہوئی ہے۔ فرمایا کہ کعبہ اللہ کا بابرکت اور باعزت گھر ہے۔ اس کے حج کے لئے عزت والے مہینے مقرر ہیں۔ آنے والے حاجیوں کے لئے قربانیوں کا حکم ہے۔ ان قربانی کے جانوروں کو قلائد (ہاروں) سے ممتاز کیا جاتا ہے۔ اس طرح حج کی عبادت کو اللہ تعالےٰ نے اسلامی شریعت کا جزو بنایا ہے۔

اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ حج کا سلسلہ قیاماً للنّاس جاری رہے گا یعنی جب تک انسان موجود ہیں بیت اللہ الحرام کا حج قائم رہے گا کبھی منسوخ نہ ہوگا اور نہ ہی کبھی مستقل طور پر رُک سکے گا۔ یہ الٰہی تقدیر ہے جو ہمیشہ نافذ رہے گی۔ یہ علمِ الٰہی کی بات ہے اس میں تخلف

الْأَرْضِ وَأَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ اِعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ

اور یہ کہ وہ ہر چیز کا پورا علم رکھتا ہے۔ تمہیں جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ

شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَأَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ

سزا دینے میں بھی سخت ہے اور وہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنیوالا بھی ہے۔ رسول کے ذمہ خدا کے پیغام کو

إِلَّا الْبَلٰغُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ○ قُلْ لَا

کھول کر پہنچا دینا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے بھی جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور اسے بھی جو تم چھپاتے ہو۔ اے رسول! تو (انہیں) کہہ دے کہ

يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ

خبیث اور طیب برابر نہیں ہو سکتے اگرچہ تجھے خبیث وجودوں کی کثرت تعداد اچھی لگے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰأُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ ۱۳ ع ۳

اے عقلمندو! تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تا تم کامیاب و کامران ہو جاؤ۔

ممکن نہیں۔

یہ آیتِ قرآنی ایک محکم دلیل ہے کہ قرآنی شریعت کے منسوخ ہونے کا تا قیامت کوئی سوال نہیں ہے۔

پانچویں اور چھٹی آیت میں اللہ تعالیٰ کے شدید العقاب اور غفور رحیم ہونے کا ذکر ہے، رسول کی ذمہ داری کا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ کے علیمِ کُل ہونے کا ذکر ہے اسلئے حج کی ادائیگی بھی پورے خلوصِ نیت سے ہونی ضروری ہے اور جملہ قوانین کی پابندی کرنی لازمی ہے۔

ساتویں آیت میں خبیث (ناپاک اور غیر مفید وجودوں) اور طیب (پاک و مفید وجودوں) کا تذکرہ کرکے اِس طرف توجہ دلائی ہے کہ تعداد کی زیادتی کچھ اثر نہیں رکھتی۔ کامیابی حاصل کرنے کے لئے چھلکا نہیں مغز درکار ہے۔ تم اولوا الالباب بنو تا تم کو کامرانی حاصل ہو سکے۔

انوارِ فطرت

(محترم چودھری عبدالسلام صاحب اختر ایم۔ اے)

جنہیں درِ بابِ حق سے حاصل متاعِ قلبِ سلیم بھی ہے
وہ جانتے ہیں کہ بادِ صحرا میں موجِ بادِ نسیم بھی ہے

سمجھ نہ کھیل اس جہاں کو غافل۔ کہ یہ رہِ مستقیم بھی ہے
یہیں یہ نارِ جحیم بھی ہے۔ یہیں یہ خلدِ نعیم بھی ہے

وہی ہے وجہِ قرار بھی اور وہ وجہِ قلبِ دو نیم بھی ہے
وہ ایک جلوہ جو میرے دل میں رواں بھی ہے اور مقیم بھی ہے

عمل ہے خالی مگر میں یہ سوچ کر ہی تسکین پا رہا ہوں
عمل کی پڑتال کرنے والا۔ رحیم بھی ہے کریم بھی ہے

اُسی پہ رکھ آسرا نظر کا۔ جو عرصۂ زیست میں سدا سے
قدیر بھی ہے۔ عزیز بھی ہے۔ خبیر بھی ہے۔ علیم بھی ہے

کبھی تہِ خاک سرنگوں ہے۔ کبھی سرِ بام پُرفشاں ہے
بساطِ ہستی پہ ابنِ آدم۔ حقیر بھی ہے عظیم بھی ہے

ہے منفرد اس چمن کے اہلِ سخن میں میرا کلام اختر
کہ میرے طرزِ سخن میں رنگِ جدید بھی ہے قدیم بھی ہے

جناب چودھری شبیر احمد صاحب بی۔ اے

نورِ قرآں

از نورِ پاک قرآں صبحِ صفا دمیدہ ؛ بر غنچہائے دلہا بادِ صبا وزیدہ

(درثمین فارسی)

(سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک فارسی نظم کے چند اشعار کا منظوم ترجمہ)

قرآں کے پاک نور سے روشن ہوئی سحر
غنچے دلوں کے بادِ صبا سے گئے نکھر

سورج میں بھی چمک نہیں وہ روشنی نہیں
وہ حسن وہ کشش نہیں رکھتا کوئی قمر

تھا یوسف حسیں کہ رہا چاہ میں پڑا
لیکن یہ نور چاہ سے لاتا ہے کھینچ کر

قرآن ہے کہ شہد ہے اِک آسمان کا
اس کے علوم و معرفت کی کیا تجھے خبر

ظاہر ہوا جو مہرِ صداقت تو بُوم سب
گوشوں میں جا کے چھُپ گئے خود کو سمیٹ کر

اے کانِ حسن منبع ترا جانتا ہوں مَیں
خلاقِ دو جہاں کا ہے تو نُور سر بسر

لَوح و قلم

(جناب مولوی نور محمّد صاحب نسیم سیفی)

دل اَور نظر اَور زباں اَور قلم اَور
اِس دَور میں لوگوں نے تراشے ہیں صنم اَور

کافر کے لئے راس نہ تدبیر نہ تقدیر
مومن کے لئے جیسے ہوں لَوح و قلم اَور

کہتے ہیں کہ مظلوم کی ہر آہ رسا ہے
ہاں اہلِ ستم بارے خدا ہم پہ ستم اَور

ذرّوں کو بھی شعلوں کی زباں ملنے لگی ہے
کھُل جائے گا مہر و مہ و انجم کا بھرم اَور

پھر موج میں آئے ہیں گدایانِ محمّدؐ
پھر ہوں گے نگوں دہر میں کچھ قیصر و جم اَور

صد شکر کہ ہر شخص کا پیمانہ الگ ہے
اپنا ہے الم اَور تو اَوروں کا اَلم اَور

پہنچے وطنِ پاک کا پرچم سرِ افلاک
ہو جائے نگوں اہلِ عداوت کا عَلَم اَور

دو چار قدم بھی نہ نسیم اَور چلے گا
مَیں خوب سمجھتا ہوں کہ اُس میں نہیں دم اَور

دعوت اِلی اللہ

(غیر مطبوعہ نظم حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ مرحوم امیر صوبہ سرحد)

خدا کا مجتبیٰ احمد امامِ قادیانی ہے
کہ جس کے دعویٰ کی بنیاد وحیِ آسمانی ہے

کلام اللہ میں آیا ہے یَتْلُوْہُ شَاہِدٌ مِّنْہُ
جماعت احمدیہ کا یہی موعود بانی ہے

اسی شاہد کو قرآن نے بتایا اِسْمُہٗ اَحْمَد
جو عیسیٰ کا مثنیٰ ہے یہی اس کی نشانی ہے

محمد مصطفیٰؐ کی ساری بھیڑیں ہیں پراگندہ
اب احمد مجتبیٰ کے ذمہ انکی پاسبانی ہے

خلافِ عقل تفسیریں لکھیں مسجد کے مُلّا نے
ہنسایا غیر قوموں کو یہی قرآن دانی ہے

مسیح ناصری زندہ فلک پر ہے وہ آویگا
بھلا ہم مان لیں کیونکر یہ سب جھوٹی کہانی ہے

اگر زندہ کوئی رہتا محمد مصطفیٰؐ ہوتے
مگر جب مر گئے وہ بھی تو ہر انسان فانی ہے

خدا کے پاک بندے عالمانِ شرعِ یزداں ہیں
مگر باغی شریعت سے یہ پولوسی کرانی ہے

سُنو اے منتظر لوگو مسیحِ منتظر آیا
کرو بیعت تمہیں دعوت ملی میری زبانی ہے

اگر ایمان لاؤ گے تو انعامات پاؤ گے
اگر انکار کر جاؤ تو آفت تم پہ آنی ہے

جوانی سے بڑھاپے تک تمہیں دعوت الی اللہ دی
اِسی دُھن میں ترے یوسف کی گزری زندگانی ہے

حضرت قاضی امیر حسین صاحب رضی اللہ عنہ فاضل کا ذکرِ خیر

(از مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور نائب ناظر بیت المال آمد)

مدرسہ احمدیہ قادیان کے اوّلین بزرگ اساتذہ میں حضرت قاضی امیر حسین صاحب رضی اللہ عنہ ایک ممتاز شخصیّت رکھتے تھے۔ آپ علم حدیث کے ماہر تھے۔ مجھے بھی دوسرے صدہا افرادِ جماعت کی طرح فخر ہے کہ مجھے حضرت قاضی صاحبؓ سے شرفِ تلمذ حاصل ہے۔ مدرسہ احمدیہ سے فارغ ہونے اور مولوی فاضل پاس کرنے کے بعد مبلّغین کلاس کے کورس کو پورا کرنے کے لئے ہمیں دو سال حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ سے پڑھنے کا موقعہ ملا۔ ان دنوں جلسوں اور مناظرات کا بڑا زور تھا۔ اس وجہ سے زمانۂ طالب علمی سے ہی مجھے اس فرض کو ادا کرنے کی سعادت حاصل ہوتی رہی ہے۔

مبلّغین کلاس کے طالب علم ہونے کے باعث احباب اکثر یہ ذکر کرتے کہ یہ حضرت حافظ صاحبؓ کے شاگرد ہیں اور ہمیں بھی حضرت حافظ صاحبؓ کی انتہائی شفقت اور بے تکلّف تدریس کی وجہ سے ان سے کچھ زیادہ ہی لگاؤ تھا۔

ایک روز جبکہ حضرت قاضی صاحبؓ موصوف احمدیہ بازار میں مکرم حکیم نظام جان صاحب کی دکان پر تشریف فرما تھے میں سلام کرنے کے لئے ان کے پاس حاضر ہوا اور دو زانو ہو کر سامنے بیٹھ گیا۔ فرمانے لگے کہ اب سب لوگ یہی کہتے ہیں کہ یہ حافظ روشن علیؓ کے شاگرد ہیں ہماری استادی "گھرلی" (ضائع) ہوگئی ہے؟ مَیں نے عرض کیا کہ ہم تو آپ کے شاگرد پہلے ہیں اور حضرت حافظ صاحب کے بعد میں۔

پھر بڑی دیر تک محبّت سے باتیں کرتے رہے۔ حضرت قاضی صاحبؓ بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ اخویم مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور نائب ناظر بیت المال یکے از شاگردان حضرت قاضی صاحبؓ نے مختصر سا نوٹ بھجوایا ہے جو درج ذیل ہے ——— (ابوالعطاء)

حضرت قاضی صاحبؓ محترم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابہ میں سے تھے۔ چنانچہ آپ نے ایک دفعہ فرمایا کہ ان کا نظریہ نماز قصر کرنے کے متعلق یہ تھا کہ صرف جنگ کے موقعہ پر قصر کی جائے باقی سب مواقع سفر و حضر پر نماز پوری پڑھنی چاہیئے۔

ایک دفعہ سفر کا موقعہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قاضی صاحبؓ کو نماز پڑھانے کا ارشاد فرمایا۔ قاضی صاحبؓ فرماتے تھے کہ مَیں نے پختہ ارادہ کیا ہوا تھا کہ ظہر کی چار ہی رکعتیں پڑھاؤں گا۔ لیکن جونہی مَیں تکبیر کے لئے ہاتھ اٹھانے لگا تو پیچھے سے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آگے بڑھ کر فرمایا قاضی صاحب! کتنی رکعتیں پڑھائیں گے؟ میں نے عرض کیا جس قدر حضور فرمائیں۔ آپؑ نے فرمایا دوؔ پڑھائیں۔ اِس طرح سے میرے لئے مسئلہ تو حل ہو گیا اور دلائل اللہ تعالیٰ نے اِس مسئلہ کے متعلق بعد میں سمجھا دیئے کہ سفر میں بھی اصل فرض شدہ نماز ہی پڑھی جاتی ہے اور حضر میں دو رکعتوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔ اور قرآن کریم میں جو یہ آیت ہے لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اس میں صلوٰۃِ خوف مراد ہے جو امام کے ساتھ ایک رکعت ہوتی ہے۔

حضرت قاضی صاحبؓ بیعت سے پہلے امرتسر میں ایک دینی مدرسہ میں پڑھایا کرتے تھے اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری بھی اُن کے شاگردوں میں سے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب مولوی ثناء اللہ صاحب قادیان میں اپنے ایک جلسہ پر آئے تو حضرت قاضی صاحب کو بھی ملنے کے لئے گئے۔

حضرت قاضی صاحب دراز قد اور بہت ہی اچھی صحت کے مالک تھے اور بڑھاپے کی حالت میں بھی حدیث کی کتب جو باریک مصری ٹائپ میں ہوتی تھیں بغیر عینک لگائے پڑھ لیتے تھے۔ طلباء کو فرمایا کرتے تھے کہ جوانی میں تو وہ تم جیسے دوؔ نوجوانوں کو بغل میں لیکر بھاگ سکتے تھے اور ایک دفعہ موسم سرما میں جب ژالہ باری ہو رہی تھی تو مسجد اقصےٰ میں ننگے فرش پر کُرتے کو سینے سے علیحدہ کر کے لیٹ گئے تھے اور یہ ٹھنڈک ان کو بہت بھلی معلوم ہوتی تھی لیکن آج بعض نوجوان سردی کے موسم میں صبح کی نماز کے وقت وضوء کی بجائے بھی تیمّم کرنے کو پسند کرتے ہیں۔

حضرت قاضی صاحبؓ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے بہت ہی گہرا اُنس تھا۔ حضرت قاضی صاحب اس بات کے قائل تھے کہ کسی شخص کے لئے احتراماً اُٹھنا درست نہیں اور اسے شرک قرار دیا کرتے تھے اور اِس امر کا علم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو بھی تھا۔ جب حضور خلیفۃ المسیح منتخب ہوئے اور اندرون خانہ سے مسجد مبارک میں تشریف لائے اور مکرم قاضی صاحبؓ بھی راستہ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے حضور کے پاس تشریف لانے پر احتراماً اُٹھ کھڑے ہوئے۔ حضور رضی اللہ عنہ نے قاضی صاحب کو فرمایا آپ تو احتراماً اُٹھنے کو شرک کہا کرتے تھے۔ اس پر قاضی صاحبؓ نے بے ساختہ فرمایا "ریہا رہیا نہیں جاندا"۔ کہ گویا خیال تو اُن کا اب تک یہی ہے لیکن محبت کی زیادتی کی وجہ سے مجبوراً بے ساختہ اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

ایک دفعہ غالباً فتنہ مستریاں کے ایّام میں آپ نے صحیح بخاری کو ختم کر کے اس فتنے کے دُور ہونے کے لئے دُعا کی کہ محدثین کہا کرتے ہیں کہ صحیح بخاری کو ختم کر کے جو دعا کی جائے وہ ضرور

قبول ہوتی ہے۔ چونکہ یہ کتاب ضخیم تھی اور صرف طوطے کی طرح پڑھتے جانا بھی اچھا معلوم نہیں ہوتا تھا اسلئے اس درس کی ابتداء تو اپنے شاگردوں کے ذریعہ سے مسجد اقصیٰ قادیان میں کی لیکن روزانہ کئی گھنٹے کا وقت اپنے گھر پر دیا کرتے تھے۔ اس طرح سے بہت تھوڑے عرصہ میں ساری صحیح بخاری کے درس کو ختم کرکے دُعا کی۔ اس سے اُن کے سلسلہ سے مخلصانہ تعلق اور فتنوں کے دُور کرنے کے لئے ہر ممکن قربانی کرنے کی رُوح کا علم ہوتا ہے۔

وقت کی پابندی کا بہت خیال رکھا کرتے تھے۔ باوجود بڑھاپے اور ضعف کے اور مکان کے مدرسہ احمدیہ سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر ہونے کے ٹھیک وقت پر پہنچ جایا کرتے تھے۔ اور اگر طبیعت کچھ خراب ہوتی طلباء کو اپنے گھر پر بُلا کر پڑھایا کرتے تھے۔

حدیث اور اسماء الرجال کے متعلق ان کا علم بہت گہرا تھا۔

ایک موقعہ پر بعض نوجوان آپؓ کے پاس آئے اور ایک کام کے متعلق مشورہ کیا اور کہا کہ کیا ایسا کر لیا جائے؟ اس پر مکرم قاضی صاحبؓ نے اُن کو اِن الفاظ میں نصیحت فرمائی کہ ہر کام بزرگوں سے پوچھ کر نہیں کیا جاتا، نوجوانوں کو خود بھی اپنی سوچ اور سمجھ سے کام لینا چاہیئے اور جو بات ان کو بہتر معلوم ہو اور مفادِ سلسلہ میں ہو اس کو اپنی ذمہ داری پر کر گزرنے کی بھی عادت ڈالنی چاہیئے۔ اور ہر کام میں بزرگوں کے کہنے کا ہی انتظار نہیں کرنا چاہیئے بلکہ خود اعتمادی کا جذبہ پیدا کرنا بھی ضروری امر ہے۔

حضرت قاضی صاحب کو بعض مسائل میں بعض علماء سے اختلاف تھا اور وہ اس اختلاف کو ظاہر کرنے میں کبھی حجاب محسوس نہ کیا کرتے تھے۔ طلباء کے دلائل کو بھی پورے غور سے سُن کر اپنے دلائل بھی پیش فرمایا کرتے تھے۔ بہت نیک بزرگ تھے اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرمائے۔ آمین ۔

مسیح نبی اللہ کی آمد کیوں منافی خاتمیتِ محمدیہ نہیں؟

جناب محمد اسحاق صاحب ندوی استاد دار العلوم ندوہ لکھنؤ تحریر کرتے ہیں کہ:۔

"وہ (حضرت مسیح) شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں گے اور آنحضور کے ایک اُمتی کی حیثیت میں ہوں گے۔ اس صورت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت میں کوئی بھی خلل نہیں پیدا ہوتا۔"

(صدق جدید لکھنؤ ۱۰ ستمبر ۱۹۶۵ء)

الفرقان۔ اس اقتباس سے اہلِ ندوہ کا یہ مذہب عیاں ہے کہ اُمتی نبی کے آنے سے ختمِ نبوت میں کوئی خلل پیدا نہیں ہوتا۔ اب سوال یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کو جو محض اُمتی نبی کی آمد کی قائل ہے ختمِ نبوت کا منکر کیوں گردانا جاتا ہے؟

نوادراتِ سخن

اُردو کے بعض مشہور مگر گمنام معنی الفاظ

(از مکرم مولوی دوست محمد صاحب شاہد)

زبانِ اُردو عہدِ حاضر کی ایک ترقی یافتہ زبان ہے جس نے چند صدیوں کے اندر اندر عروج و ارتقاء کی ابتدائی منازل نہایت برق رفتاری سے طے کر لی ہیں اور اب وہ نہایت کامیابی سے شاہراہِ ادب پر گامزن ہے۔ اردو اپنے دامن میں نہایت بیش قیمت لعل و جواہر سمیٹے ہوئے ہے۔ اُس کی فرہنگ فی ذاتہٖ دنیائے علم و فرزانگی کا ایک وسیع گلشن ہے جس کی سیر و سیاحت میں خواہ پوری عمر صرف ہو جائے تب بھی طبیعت سیر نہیں ہوتی۔

ذیل میں اس باغِ حکمت و دانش کے چند پھول قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔ اِن پھولوں کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ مشہور بھی ہیں اور گمنام بھی۔ دوسرے پیرایہ میں یوں سمجھئے کہ اس جگہ اُردو کے بعض معروف الفاظ کے غیر معروف معانی پر روشنی ڈالنا مقصود ہے۔ اُمید ہے اُردو کے قدردانوں کے لئے اس کی لغات کا اِس نقطۂ نگاہ سے مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا انشاء اللہ تعالےٰ۔

چند الفاظ کی یہ مختصر سی فہرست بطور نمونہ دی گئی ہے مزید تحقیق کے لئے "فرہنگ آصفیہ" "امیر اللغات" اور "جامع اللغات" وغیرہ کا مطالعہ فرمائیے۔

اَحمدی۔ سونے کا ایک سکہ جو حضرت سلطان ابو الفتح فتح علی ٹیپو شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عہد میں جاری فرمایا تھا۔ اس کے ایک جانب یہ الفاظ کندہ تھے "دینِ احمد درجہاں روشن ز فتح حیدرؒ است ضرب پٹن سال زبرجد ۱۲۱۹ھ" دوسری جانب یہ لکھا تھا "ہو السلطان الوحید العادل تاریخ جلوس سال بنج سویم بہاری وسہ جلوسی" جناب محمود خاں محمود بنگلوری نے اپنی کتاب "تاریخ سلطنت خداداد میسور" میں سکہ احمدی کا فوٹو بھی شائع کیا ہے۔

سرائے محمود۔ بہشت

ابو العطاء۔ افلح بن یسار السندی ایک عرب شاعر کا نام۔

ختم الانبیاء۔ ایک قسم کا ختم جس میں تمام انبیاء کے نام پر فاتحہ پڑھا جاتا ہے۔

درِ بہشت۔ ایک مٹھائی کا نام۔

رسُولی ڈاڑھی - وہ ڈاڑھی جو رسول شاہی فقیر رکھتے ہیں - اس میں صرف ٹھوڑی کے نیچے بال ہوتے ہیں۔

فارس - گھوڑے کا سوار -

مرزائی - بزرگی، بزرگ منش - شہزادگی، حاکمانہ مزاجی - سرداری - حکومت - ایک قسم کا پیرہن جو کمر تک ہوتا ہے۔

شاستری - ایک جن -

روحانی - ایک فارسی شاعر جو (امیر تیمور کے ہاتھوں) سمرقند فتح ہونے پر ہندوستان میں پناہ گزین ہو گیا تھا۔

کافر - پیارا - محبوب - دلدار -

کافری - افریقہ کی ایک حبشی قوم -

رشتۂ افرنگی - ایک قسم کی سوّیاں -

سیف زبان - وہ شخص جس کی دعا اکثر قبول ہوتی ہے۔

حریم - گھر کی چار دیواری -

حُسینی - ایک قسم کا انگور -

اُردو - ترکی میں لشکر کو کہتے ہیں -

بلاک - ایک قسم کا سارس -

فیض - ترکی ٹوپی -

رُسوم - سرکاری خرچہ کورٹ فیس -

تبصرہ

بشارات رحمانیہ

مؤلفہ مولوی عبد الرحمٰن صاحب مبشر مولوی فاضل ایک مفید اور ایمان افروز کتاب ہے - اس کا موضوع حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی صداقت کے بارے میں رؤیا، کشوف اور بشارات الٰہیہ ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے جہاں احمدی احباب اپنے ایمانوں میں مضبوطی اور یقین میں پختگی پیدا کر سکتے ہیں وہاں اپنے غیر احمدی احباب کو بھی سلسلہ احمدیہ کی صداقت اور احمدیت کے قریب لا سکتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خلافت جوبلی ۱۹۳۹ء کے موقع پر پہلی مرتبہ یہ کتاب شائع ہوئی تھی اور اب دوسری مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے مبارک دورِ خلافت میں مفید اضافہ کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔ ۲۲۴ صفحات اور پچاس کے قریب بزرگانِ سلسلہ کے فوٹوؤں، عمدہ اعلیٰ کتابت، اعلیٰ کاغذ اور دیدہ زیب ٹائیٹل پر مشتمل یہ کتاب طبع ہوئی ہے۔

قیمت مجلد ۱۱/- اور غیر مجلد ۱۰/- رکھی گئی ہے۔

مؤلف کتاب کے ذاتی پتہ رحمانیہ منزل بلاک جی ڈیرہ غازیخاں کے علاوہ افضل برادرز، الشرکۃ الاسلامیہ اور قریشی فضل حق صاحب گولبازار ربوہ سے حاصل کی جا سکتی ہے ❊

قصیدہ غیر منقوطہ

در مدحِ رسولِ صلّی اللہ علیہ وسلّم

(نتیجۂ فکر جناب سیّد محمّد شاہ صاحب سیفی بیج بہاڑہ ۔ کشمیر)

{ محترم جناب سیّد محمد شاہ صاحب سیفی کا یہ شاندار غیر منقوطہ قصیدہ کئی سال پیشتر موصول ہوا تھا۔ کاغذات میں نظر سے اوجھل ہوگیا معذرت کے ساتھ بصد شکریہ اسے شائع کیا جاتا ہے ۔۔۔ (ادارہ) }

حمدِ داور دل کہ دارد لمحہ لمحہ در کلام
ہُدہُدم مدحِ رسول اللہ آوردہ مُدام

مدحِ سرکارِ محمّدؐ کارِ ور اُسُ المالِ ما
مدحِ او ہم واسطۂ ہر مُسلم مسعودُ و رام

کارگاہِ اَسود و احمر ہمہ سرکارِ او
علم و ادراکِ محمدؐ سہل ہم کردہ مہام

او مُکرّم او محمّدؐ عالمِ کُلُّ العُلُوم
ماہر و صدرِ اُمَم ۔ صَدرِ اُولُوالامرِ کرام

اطہر و اکمل مُطاع و مصدرُ و ممدوحِ دہر
سرورِ ہر مُرسل و اولادِ آدم والسّلام

در کلامُ اللہ آمد مدحِ او مالا کلام
دل ورا دادہ دُرودِ سرمد و صد لک سلام

مکّہ آمد مولدِ اسلامُ و مردِ دُوسرا
عکہ آمد گمرہِ گوسالہ را وسواسُ و دام

مکّہ آمد موردِ سردارِ عالم در کمال
عکہ آمد در صُداعِ کودک کردہ لگام

مدحِ لامحدود دارد ہر دلِ اہلِ مُراد
احمدِ لولاکْ سردارِ دو عالم لا کلام

احمدِ موعودِ او آمد کلام اللہ گواہ
ہم سماء ہم مہر و ماہ ۔ دُہرا ہم احوالِ عام

در علوم و در ہمہ اسرار و الہامِ اِلٰہ
احمد او آمدہ ۔ مردِ دگر آمد کُدام؟

صلحِ کُل ہر مردِ رَہ را داد او درسِ وِداد — محرمِ اسلام ہم احکام کردہ گام گام
مسلکش کردارِ او اسلام ہم اصلح اصول — سالِ و ماہِ سرگروہِ سلسلہ کارِ سلام
سالکِ راہِ عمل ہموارہ دادہ دل درو — ہمدم و ہمراہِ او مادام گردد محوِ کام
اسمعوا موعود و معہودِ مُسَلَّم آمدہ — کلمہ گو را گو! اگہ سعدُ السُّعُود آمدِ امام
کدعہ مسطور صحاح و کدعہ ہم دار السلام — ہم امامِ کامگارِ عہد سرگرم مرام
گوہرِ اولادِ احمد مصلحِ موعود او — مصلحِ موعودِ ما محمود و سالار و ہُمام
محو و ممسوح و مُعَطَّر مردِ اَللّٰہُ الصَّمَدْ — داورا! دہ طول در اعمار و آرامِ امام
مرد رہ گہوارۂ وِرد و دُعا دارد مُدام — مرد عاطل کردہ دل در رو غل و غل۔ اَکلِ حرام
مُلحد و مکّار را گو! رہ مدہ الحاد را — صدمہ دردِ حسد آرد عدو را در سہام
کوز در رندِ عدو ل و سوگوار و دل ملول — در سرِ حرص و ہوا حالِ دگر در ہر مسام
حمدِ طاؤسِ دلم اَلحمدُ للّٰہ کار کرد — مائدہ مامول دارم حاصل و عشکم طعام

دادہ ام دل در کلامِ احمد و محمود ہم

سادہ ام امّا عدو را ہولِ حسّامِ دوام

حسّامِ دوام یعنی سیفی

۱۶۰ ۱۶۰

قسط دوم

اکابر علماء احناف اور انگریزی حکومت

اہلحدیث اخبار الاعتصام لاہور کے چند کار آمد حوالے

(۳)

جامع مسجد دہلی کے امام شمس العلماء مولوی سید احمد صاحب تھے انہوں نے شاہ برطانیہ کے دہلی آنے پر جو دعا کی اسے باحوالہ طور پر مدیر الاعتصام نے یوں شائع فرمایا ہے :-

"ایک اور حنفی بزرگ خیر سے جامع مسجد دہلی کے پیش امام ہیں سید احمد نام سے مشہور ہیں آج آپ نے خلاف معمول صبح کی نماز ذرا جلدی پڑھا دی ہے مقتدیوں کی تعداد کوئی تیس ہزار کے قریب ہے اتنا عظیم مجمع کیوں ہے کس کی آمد آمد ہے قیصر ہند ملک معظم اور ملکہ معظمہ دہلی میں تشریف لا رہے ہیں۔ امام صاحب کے ہاتھ خود بخود دعا کے لئے اٹھ جاتے ہیں۔ ایک ایک جملہ پر آمین گونج رہی ہے۔ امام صاحب اللہ تعالیٰ کے حضور بڑی عاجزی اور خشوع و خضوع کے ساتھ کچھ یوں فرما رہے ہیں "یا رب العالمین! اعلیٰ حضرت اور علیا حضرت شہنشاہ معظم اور شہنشاہ بیگم کی عمر دراز فرما۔ یا رب العالمین! اعلیٰ حضرت اور علیا حضرت شہنشاہ معظم اور شہنشاہ بیگم کو ہمیشہ اپنی پناہ میں رکھ یا رب العالمین! ہم تمام ہندوستانی رعایا کو اعلیٰ حضرت اور علیا حضرت کی جانب وفاداری میں ثابت قدم رکھ۔ یا رب العالمین! ہمارے رحیم و کریم شہنشاہ معظم کے زمانِ حکومت کو کامیابی عطا فرما اور اسکو ایک چشمۂ فیض بنا۔ یا رب العالمین! حضور اقدس شہنشاہ معظم بیگم کو افضل تر جاہ و جلال اور شاہی خاندان کو دولتہائے گوناگوں اقبالِ فراواں عطا فرما۔"

(درود شہنشاہی ص ۲۸)

اسے امام صاحب کا خلوص کہہ لیجئے یا تیس ہزار کے مجمع کی آمین کا اثر۔ دعا فوراً قبول ہوئی اور آپ کو ملک معظم کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب ملا۔"

(الاعتصام ۲ جولائی ۱۹۷۱ء ص ۵)

الفرقان: شمس العلماء سید احمد صاحب کی دعا کا ایک ایک لفظ غور سے پڑھے جانے کے قابل ہے۔ کیا یہ لوگ اور ان کے پیرو بتا سکتے ہیں کہ اس کے باوجود ان علماء کو انگریزی حکومت کا آلہ کار کیوں نہ قرار دیا جائے؟

ایک قومی ہیرو کا تذکرہ

جنرل اختر حسین ملک

(مولانا غلام رسول مہر کے قلم سے)

{ ذیل کا مقالہ روزنامہ امروز لاہور کی اشاعت ۲۲ راگست ۱۹۷۳ء سے ماخوذ ہے۔ واضح رہے کہ محترم ملک اختر حسین صاحب مرحوم احمدی تھے اور ان کا مرقد ربوہ میں قطعۂ شہداء میں ہے۔ (ایڈیٹر) }

۲۲ راگست ۱۹۷۱ء کو جنرل اختر ملک مرحوم و مغفور کی دردناک موت پر دو سال پورے ہو گئے اور ۲۳ راگست سے تیسرا سال شروع ہو جائے گا۔ گردشِ لیل و نہار اسی طرح دنوں کو مہینے، مہینوں کو برس اور برسوں کو قرن بناتا جائے گا اور مرحوم سے مفارقت کا یہ زمانہ طویل تر ہوتا جائے گا۔ سچ ہے۔

جو تھا نہیں ہے جو ہے نہ ہوگا یہی ہے اک حرفِ محرمانہ

مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی قوتِ عمل اور غیر معمولی حد تک بے تاب فطرت عطا کی تھی۔ وہ ہر وقت اس فکر میں ڈوبے رہتے تھے کہ کوئی شایاں کارنامہ انجام پائے، کسی پائیدار اور نتیجہ خیز خدمت کا انتظام ہو جائے جس سے ملت و وطن کا اعزاز و اکرام بڑھے اس کے جو وسائل مخدوش نظر آ رہے تھے وہ ہر خطرے اور اندیشے سے محفوظ ہو جائیں اور جن مسائل کی پیچیدگی ہر قلب و نظر کے لئے پریشانی کا باعث تھی ان کے اطمینان بخش حل کے لئے اپنے دائرۂ کار میں دن رات تدبیریں اور وسیلے تلاش کرتے رہتے تھے۔ وہ گنتی کے اُن افراد میں سے تھے جنہوں نے اپنی زندگی کی ہر متاع بے دریغ وطنِ عزیز کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ آہ! کہ وہ اپنے وطن، خویش و اقارب اور احباب و رفقاء سے دُور اچانک ایک نہایت المناک حادثے کا شکار ہو گئے۔ ان کی موت یقیناً شہادت کی موت تھی جو ایک مسلمان اور ایک سپاہی کے لئے بہترین اور مطلوب ترین موت ہے لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ ہماری فوج کی ایک بہترین شخصیت ہم سے چھن گئی۔ قوتِ دفاع کا ایک حد درجہ سرگرم اور فعال کارفرما ہم سے بچھڑ گیا۔ شدید رنج اس امر پر ہے کہ یہ حزن انگیز واقعہ کسی قومی مجاہدے میں پیش نہ آیا بلکہ ایک اتفاقی حادثہ اس کا موجب بنا۔ اب وہ عالمِ بقا میں پہنچ گئے ہیں جہاں سے کبھی کوئی نہیں لوٹا۔ اندوہ و قلق کا کوئی طوفان، ماتم گساری کی کوئی فراوانی اور آنسوؤں کی کوئی برسات اُنہیں واپس نہیں لا سکتی۔ سچ فرمایا اقبال نے ؎

شورش بزم طرب کیا، عود کی تقریر کیا
دردمندانِ جہاں کا نالۂ شب گیر کیا
عرصۂ پیکار میں ہنگامۂ شمشیر کیا
خون کو گرمانے والا نعرۂ تکبیر کیا
اب کوئی آواز سوتوں کو جگا سکتی نہیں
سینۂ ویران میں جاں رفتہ آسکتی نہیں

جنرل ملک متوسط درجے کے ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے خصائل و اطوار ابتدائی دور میں بھی سب سے الگ تھے۔ مثلاً ایک وقت میں تعلیم کے لئے انہیں خاصی دور پیدل آنا اور پیدل واپس جانا پڑتا تھا کیونکہ اُن کے گاؤں تک نہ کوئی سڑک تھی اور نہ سواریاں مل سکتی تھیں۔ انہوں نے اس مشقت خیز مشغلے میں دلچسپی پیدا کرنے کیلئے ہمسروں سے کہا کہ دیکھنا چاہیئے دوڑ کر نہیں صرف قدم بقدم چل کر کون آگے نکلتا ہے اور کون سب پر بازی لیجاتا ہے۔ اس طرح مشقت کا اثر دلوں سے دور کر کے ہمسروں میں مقابلے اور مسابقت کا جذبہ پیدا کر دیا۔ ظاہر ہے کہ اس تجویز سے نہ محض سفر کی مشقت ہی سہل ہوگئی بلکہ تمام رفیقوں میں ایک نئی رُوحِ عمل فروغ پانے لگی۔ یہ خصوصیت جنرل اختر ملک کی فطرت میں ودیعت ہوئی تھی جس کی تربیت کے وسائل انہوں نے طالب علمی ہی کے زمانے میں اختیار کر لیئے اور ساتھیوں کو بھی اپنے رنگ میں رنگ لیا۔ عسکری زندگی میں بھی یہ خصوصیت ان کا امتیازی نشان رہی اور ان کی تمام کامیابیوں میں فضلِ ایزدی کے ساتھ اس خصوصیت کو بھی خاص درجہ حاصل ہے۔

مرحوم کے عم زاد بھائی ملک محمد جعفر خان ایڈووکیٹ بتاتے ہیں کہ ہمارے راستے میں پیپل کا ایک نہایت بلند درخت تھا جس کے پاس پانی کا تالاب تھا جانے آنے والے لوگ اس درخت کے سائے میں کچھ وقت کے لئے سستا لیتے تھے۔ جنرل اختر ملک نے ایک روز یہ تجویز پیش کی کہ بھائیو! محض سستانے سے کیا حاصل ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم پتھر لے کر اس زور سے پھینکیں جو اس درخت کی بلند ترین شاخوں کے اُوپر سے ہوتا ہوا دوسری طرف جا گرے۔ چنانچہ اس کی مشق بھی روزانہ ہوتی تھی اور آنے جانے والے لوگوں کو بھی اس مسابقت میں شامل ہونے کی دعوت دی جاتی تھی۔

یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ پیدل چلنے یا درخت کے اُوپر سے پتھر گزارنے میں کوئی بھی ساتھی جنرل اختر ملک پر فوقیت حاصل نہ کر سکا۔

یہ زندگی کے بہت چھوٹے چھوٹے اور معمولی واقعات ہیں لیکن ان سے جنرل اختر ملک کی سیرت و کردار کے خط و خال کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ انگلستان کے لارڈ نیلسن کی طالب علمی کے زمانے کا ایک معمولی سا واقعہ بار بار بیان کیا جاتا ہے کیونکہ اس سے نیلسن کی سیرت کا بنیادی پہلو آشکار ہوتا ہے۔

بی اے پاس کر لینے کے بعد جنرل اختر ملک نے

اپنے طبعی رجحانات کی بنا پر فوج کو پسند کیا اور سپاہی کی حیثیت میں بھرتی ہو گئے۔ ایک سال میں ان کی ذاتی صلاحیتوں کا اندازہ کر کے انہیں ڈیرہ دون کی عسکری تربیت گاہ میں بھیج دیا گیا جہاں سے کامیاب ہو کر وہ افسر کی حیثیت میں لے لئے گئے۔ واضح رہے کہ یہ انگریزوں کے دور کا واقعہ ہے اور اُس زمانے میں محض ذاتی صلاحیتوں کے بل بوتے پر کارِ نمایاں کرنا آسان نہ تھا۔ پھر انہوں نے مختلف حیثیتوں میں کام کیا اور مختلف تربیت گاہوں میں بھیجے گئے۔ جہاں گئے اپنی امتیازی حیثیت قائم رکھی۔ میں نے سُنا ہے کہ بعض غیر ملکی مبصروں نے ان میں عسکریت کے خاص جوہر دیکھ کر ایسی رائے دی جو شاید کسی دوسرے فرد کے متعلق نہ دی گئی ہو۔ بہرحال وہ بہت ہی غیر معمولی فوجی افسر تھے۔ ایسے ہی افراد ہیں جنہیں کارفرمائی کے مناسب مواقع مل جائیں تو بلند ترین درجات حاصل کر لیتے ہیں۔ اس تقریب میں بعض شہرۂ آفاق سپہ سالاروں کی زندگی کے بعض واقعات ذہن میں تازہ ہو گئے ہیں۔ لیکن میں تفصیل میں پڑ جاؤں تو اندیشہ ہے کہ یہ تحریر جو ایک محبوب و ممتاز شخصیت کی محض یاد تازہ کرنے کے لئے مرتب کی جا رہی ہے اصل حدود سے تجاوز کر جائے گی۔

جنرل اختر ملک کی زندگی کا آخری ممتاز کارنامہ ۱۹۶۵ء کی جنگ کشمیر ہے۔ مرحوم کی ایک نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ جو بھی ان کی فوج میں آ جاتا اسے قلیل سی مدت میں وہ اپنے رنگ پر لے آتے تھے اور ان تمام عزائم سے اسے سرشار کر دیتے تھے جن سے خود اُن کی رُوح سرشار تھی۔ وہی تھے جنہوں نے کشمیر کے مسئلہ کو جو عملاً افسردہ ہوتے ہوتے موت کے کنارے جا لگا تھا از سرِ نو زندہ و پائندہ مسئلہ بنا دیا۔ انہوں نے جو منصوبہ بنایا تھا میں اس کی تفصیلات سے آگاہ نہیں صرف اتنا جانتا ہوں کہ انہوں نے سیلِ بے پناہ کی صورت میں پیش قدمی کی اور کشمیر کے متصرفین پر پے در پے ایسی کاری ضربیں لگائیں جن سے کشمیر کی آزادی اور استخلاص کی امیدیں اس پیمانے پر درخشاں ہو گئیں کہ یکم جنوری ۱۹۴۹ء کے بعد اُن پر درخشانی کا ویسا دَور کبھی نہیں آیا تھا۔ ایک موقعہ پر جنرل اختر ملک نے تنہا ہونے کے باوصف متصرفین کے جتھے سے ہتھیار رکھوا لئے اور انہیں گرفتار کر لائے۔ ایسے نازک مواقع پر سپاہی یا افسر کے لئے محض ذاتی دلیری اور بہادری ہی کافی نہیں ہوتی اس کے پاس ایسا دماغ ہونا چاہیئے جو خطرات کے ہجوم میں بھی ہر نوع کے اضطراب اور گھبراہٹ سے بالکل بے پرواہ رہے اور اس کا یقین چٹان کی طرح استوار ہو۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایسی خصوصیتیں عطا کی ہیں کہ بعض مواقع پر ایک فرد پوری بٹالین اور پورے جیش کا وظیفہ ادا کر دیتا ہے۔ تاریخ اسلام میں ایسی مثالیں بے شمار ہیں ہم کہہ سکتے ہیں کہ جنرل اختر ملک کی مثال بھی انہی میں شامل ہونے کے لائق ہے۔

ایسے یگانہ افراد ہر دَور میں ہر جگہ نہیں پائے جاتے۔ یہ رحمتِ الٰہی کا خاص نشان ہوتے ہیں جو قوتِ دفاع ایسی شخصیتوں سے شرف یاب ہو وہ اپنی خوش نصیبی پر جتنا بھی ناز کرے کم ہے۔

جنرل اختر ملک کی بہت سی خصوصیتیں قابلِ ذکر ہیں اسلئے بھی کہ ان خصوصیتوں کا ذکر اس مرحوم کی یاد کے سلسلے میں ضروری ہے اور اسلئے بھی کہ ان سے ہمارے دوسرے بھائی اور عزیز فائدہ اٹھا سکیں۔ اور مشاہیر کے ذکر کا اصل مقصد و مدعا یہی آخری چیز ہوتی ہے لیکن میں رشتۂ بیان کو کھول نہیں سکتا کھولوں تو یہ بہت طویل ہو جائے گا۔ تاہم مرحوم کی ذاتی خصوصیات میں ایک یہ تھی کہ معمولی سپاہی ہو یا بڑا افسر وہ سب کے ساتھ دلی خلوص سے ملتے تھے اپنے منصب کی بلندی اور اپنی کارفرمائی کا امتیاز ان کے جذبۂ اخوت پر کبھی اثر انداز نہ ہو سکے خصوصاً اپنے ضلع کے فوجیوں سے خواہ وہ کسی درجے کے ہوں مرحوم ملتے تھے اور معانقہ کرتے تھے ان کے حالات اس طرح پوچھتے تھے گویا ان کی بہبود کا انہیں خاص خیال ہے۔

پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ فوج میں اونچے عہدے پر فائز تھے اور ان کا مشاہرہ بھی خاصا ہوگا تاہم انہوں نے زندگی بھر میں کوئی جائداد نہ بنائی۔ صرف اعزہ و اقارب کے سلسلے میں اپنے واجبات کی بجا آوری کا خیال رکھا اور بس۔

دراصل وہ عمومی نقطۂ نگاہ سے "دنیا" کے آدمی ہی نہ تھے۔ اُن کی اپنی دنیا الگ تھی جس میں اہلِ خاندان سے اہلِ وطن تک کے تعلق میں واجبات کا ایک سلسلہ تھا اور انہی کو پورا کرتے جانا اُن کے لئے ہر اعتبار سے باعثِ اطمینان تھا۔

کتنی اچھی کتنی دلآویز اور کتنی روح افزا زندگی تھی جو اس مرحوم نے اس دنیا میں گزاری۔ یہی زندگی ہے جس کی یاد خاصا وقت گزر جانے کے باوجود دلوں میں تازہ ہے اور یقین ہے کہ آخر دم تک تازہ رہے گی۔ ایسے انسان دنیا میں کم ہی آتے ہیں جن کا نام سُن کر دلوں میں گوناگوں ولولے اُبھر آتے ہیں۔ انہوں نے ہوش سنبھالنے سے نفسِ واپسیں تک ایک ایک ساعت اس طرح گزاری جس طرح صبح کے وقت کی لطیف ہوا دریا کی سطح پر ہلکی ہلکی لہریں پیدا کر دیتی ہے اور ان کی وجہ سے دریا کی ہیبت دلوں سے کافور ہو جاتی ہے یا جس طرح نسیم خیابانوں پر سے گزرتی ہے اور غنچوں کی گرہیں کھول کھول کر انہیں پھولوں کی شکل دے جاتی ہے ساتھ ہی پوری فضا عنبر بیز خوشبوؤں سے مخمور ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور اس کی مثال کو دوسروں کے لئے شمع راہ بنائے۔ آمین!

اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے

شمع کی طرح جئیں بزم گہِ عالم میں
خود جلیں، دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں

فِيْ شَانِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

(بقلم الاستاذ محمد عثمان الصديقى ايم - اے)

جَمِيْعُ الْأَنْبِيَاءِ مُقَدَّسُوْنَ
عَنِ الْآثَامِ هُمْ مُتَطَهِّرُوْنَ
وَفِي النَّاسِ إِذَا اسْتَوْلَى الضَّلَالُ
لِإِرْشَادٍ إِلَيْهِمْ مُرْسَلُوْنَ
وَفِيْ أَخْلَاقِهِمْ مِنْ كُلِّ غَيْرٍ
وَفِيْ آدَابِهِمْ مُتَمَيِّزُوْنَ
وَمِنْ بَيْنِ الْعِبَادِ بِإِذْنِ رَبٍّ
بِفَضْلِ نُبُوَّةٍ هُمْ مُكْرَمُوْنَ
وَعَنْ ذَنْبٍ وَّعَنْ سُوْءٍ وَّفِسْقٍ
جَمِيْعُ الْأَنْبِيَاءِ مُبَرَّؤُوْنَ
وَعَنْ كُلِّ الْخَبَائِثِ وَالنَّوَاهِيْ
وَعَنْ كُلِّ الشُّرُوْرِ مُنَزَّهُوْنَ
إِلَيْهِمْ جَاءَ جِبْرِيْل أَمِيْنٌ
بِهٖ بِاللّٰهِ هُمْ مُتَكَلِّمُوْنَ
إِلَيْهِ بِالرِّضَاءِ مُقَرَّبُوْنَ
لَدَيْهِ لِلنُّبُوَّةِ مُخْلَصُوْنَ
وَفِيْ دِيْنٍ وَوَرَعٍ وَّاتِّقَاءٍ
عَلٰى كُلِّ الْخَلَائِقِ مُجْتَبُوْنَ
أَتَاهُمْ رَحْمَةٌ مِنْ عِنْدِ رَبٍّ
وَنَحْنُ بِمَسِّهِمْ مُتَبَرِّكُوْنَ
وَفِيْ أَمْرِ النُّبُوَّةِ هُمْ سَوَاءٌ
وَفِيْ دَرَجَاتِهِمْ مُتَفَرِّقُوْنَ

بِعَمَلٍ صَالِحٍ سَبَقُوا الْعِبَادَ
وَفِيْ كُلِّ الْمَكَارِمِ أَوَّلُوْنَ
بِنُوْرِ اللّٰهِ فِيْ نَفْسٍ وَّرُوْحٍ
جَمِيْعُ الْأَنْبِيَاءِ مُنَوَّرُوْنَ
بِحُسْنِ خُلُوْصِهِمْ فِيْ كُلِّ أَمْرٍ
عَلَيْنَا فِي التُّقَاةِ مُقَدَّمُوْنَ
وَإِنَّا نُؤْمِنُ بِجَمِيْعِ رُسُلٍ
وَأَجْمَعُهُمْ لَدَيْنَا مُحْتَرَمُوْنَ
جَمِيْعُ عُدَاتِهِمْ مُتَذَلِّلُوْنَ
وَكُلُّ مُكَذِّبِيْهِمْ مُهْلَكُوْنَ
عُدَاةَ الْأَنْبِيَاءِ اللّٰهُ يُخْزِيْ
وَهُمْ فِيْ كُلِّ كَيْدٍ مُهْزَمُوْنَ
يَدُ اللّٰهِ اجْتَبَاهُمْ وَاصْطَفَاهُمْ
وَهُمْ عَنْ كُلِّ نُكْرٍ مُّبْعَدُوْنَ
عَلَيْهِمْ يَفْتَحُ اللّٰهُ الْغُيُوْبَ
وَبِالنَّصْرِ الْعَزِيْزِ مُؤَيَّدُوْنَ
فَآدَمُ أَوْ فَيَعْقُوْبُ وَ نُوْحُ
إِلَيْنَا بِالرِّسَالَةِ مُرْسَلُوْنَ
وَإِبْرَاهِيْمُ أَوْ مُوْسٰى فَعِيْسٰى
عَلٰى أَمْرِ الرَّشَادِ مُوَكَّلُوْنَ
وَهٰذَا مُحَمَّدٌ مِنْهُمْ نَبِيٌّ
عَظِيْمٌ هُمْ بِهٖ مُتَفَاخِرُوْنَ

وَلَيْسَ أَحَدُهُمْ حَيًّا وَّمَاتُوْا
وَهُمْ فِيْ جَنَّةٍ مُتَمَكِّنُوْنَ

ایک شوخ پادری کے جواب میں

ایک مجلس میں ایک انگریز پادری نے ہمارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہایت گستاخانہ الفاظ استعمال کرکے نعوذ باللہ حضورؐ کو گنہگار اور حضرت مسیحؑ کو معصوم اور افضل ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اُس کو ساکت کرنے کے بعد مندرجہ ذیل شعر ہوگئے۔ (محمد صدیق امرتسری ایم اے مبلغ انچارج فجی احمدیہ مشن)

تُو محمدؐ کی شان کیا جانے — مُشتِ خاک آسمان کیا جانے
بُوئے گُل سے بھی ہو جو بے بہرہ — نکہتِ گلستان کیا جانے
جسکی آنکھیں ہوں نور سے محروم — نور کی آن بان کیا جانے
خاتم الرسلؐ مصطفےٰ کا مقام — تجھ سا نامہربان کیا جانے
جس کا ہو انحصار لعنت پر — رحمتوں کا نشان کیا جانے
سر رہے خم صلیب پر جس کا — حق کا وہ آستان کیا جانے
جس نے قرآن خود پڑھا ہی نہیں — اُس کا حُسنِ بیان کیا جانے
حق کے پیارے رسول تھے عیسےٰؑ — تُو بھلا اُن کی شان کیا جانے
نورِ ایماں سے ہو جو بیگانہ — مومنوں کے نشان کیا جانے
ہو اسیرِ عناد دل جس کا — اپنا سُود و زیان کیا جانے
وحدہٗ لاشریک خالق کی — قدر تُو اے جوان کیا جانے
تین اقنوم جس کے ہوں معبود — اس کی جبروت و آن کیا جانے
جس کے افکار سب زمینی ہوں — رفعتِ آسمان کیا جانے

کر دکھا دیں کا کچھ کام صدیقؔ!
ورنہ تجھ کو جہان کیا جانے

ایک اہم سوال کا جواب

سوال:۔ "اسلامی نظریہ کے مطابق خلیفۂ برحق معزول نہیں ہو سکتا لیکن حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ کی تجویز پر کمیشن کے قیام کو منظور کر کے اس اصول کو تسلیم کر لیا کہ خلیفہ کے معزول ہونے کا امکان ہے اور اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت امام حسنؓ نے خلافت سے دست برداری کو تسلیم کیا۔ وضاحت فرمائیں۔"

الجواب:۔ مندرجہ بالا اسلامی نظریہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ آیتِ استخلاف سے بھی یہی ثابت ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو قمیصِ خلافت پہنائیگا فَاِنْ اَرَادَكَ الْمُنَافِقُوْنَ عَلٰی خَلْعِهٖ فَلَا تَخْلَعْهُ لَهُمْ اگر منافقین وہ قمیص تجھ سے اتروانا چاہیں، تجھے معزول کرنا چاہیں تو اُن کی بات نہ ماننا اور اس قمیص کو نہ اُتارنا۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے شہادت قبول کر لی مگر معزول نہ ہوئے۔

اس بنا پر اُمتِ مسلمہ کا یہ عقیدہ ہے کہ خلفاءِ راشدین معزول نہیں کئے جا سکتے خلیفۂ برحق معزول نہیں ہو سکتا۔

حضرت علیؓ نے جس کمیشن کو تسلیم فرمایا تھا وہ "خلیفۂ برحق کو معزول کرنے کے لئے نہیں تھا بلکہ خلیفۂ برحق کو برقرار رکھنے اور غلط طور پر مدّعیٔ خلافت کو ہٹانے کے لئے تھا۔ اسلئے اس کمیشن کے تسلیم کر لینے سے یہ اصول باطل نہیں ہوتا کہ "خلیفۂ برحق معزول نہیں ہو سکتا" بلکہ اس سے اس اصول کی توثیق ہوتی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِذَا بُوْيِعَ لِخَلِيْفَتَيْنِ فَاقْتُلُوا الْاٰخِرَ مِنْهُمَا (مسلم مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۲۰۹) کہ جب دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو پچھلے کا معاملہ ختم کر دیا جائے۔ اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:۔

"ای فادفعوا الاٰخر بالقتل اذا لم یمکن دفعه بدونه ومقتضاه انه لا یجوز عقد البیعة لخلیفتین فی زمنٍ واحد۔"

کہ پہلے خلیفہ کی بیعت ہو جانے کے بعد جو دوسرا مدعی ہو اُسے بہر حال روکا جائے کیونکہ ایک زمانہ میں دو خلیفوں کی بیعت جائز نہیں ہوتی۔

پس حضرت علیؓ نے محض اس حکم نبویؐ کی تنفیذ کے لئے اس کمیشن کی تجویز کو منظور فرمایا تھا نہ اسلئے کہ خلیفۂ برحق کو معزول کر دیا جائے۔ چنانچہ جب کمیشن کے ایک رُکن نے ایسا عمل کیا جو اس مقصد کے خلاف تھا تو آپ نے

اس کمیشن کو برطرف کرکے غیر موثر بنا دیا۔

باقی رہا حضرت امام حسنؓ کا معاملہ۔ تو بات یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو خبریں دی تھیں (۱) اول یہ کہ الخلافة ثلاثون سنة (مشکوٰۃ المصابیح) کہ خلافتِ راشدہ کا یہ دَور تیس سال کا ہوگا (۲) دوسرے یہ کہ حضرت امام حسنؓ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرائیں گے "لعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین (البخاری)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے عہد کے چھ ماہ گزرنے پر خلافتِ راشدہ کے دَورِ اوّل کے تیس برس پورے ہو گئے اور ادھر دو مسلمان گروہوں میں شدید تصادم کی صورت پیدا ہوتی نظر آ رہی تھی حضرت حسنؓ کے عزل کا کوئی سوال کسی جانب سے نہیں اٹھ رہا تھا لیکن حضرت حسنؓ نے احادیثِ نبویہ کی روشنی میں صلح کرانے کے لئے بادشاہت کو ترک کر دیا۔ اس واقعہ سے خلیفۂ برحق کے معزول کئے جانے پر استدلال نہیں ہو سکتا۔

امام ملا علی القاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرمایا ہے :۔

"اخبار عن تفریق المسلمین
فرقتین فرقة مع الحسن و
فرقة مع معاویة وکان
الحسن احق بذلك و قد
بقی ستة اشھر من ثلاثین
سنة التی بھا یتم ما اخبر
النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم
بقولہ الخلافة بعدی ثلاثون
سنة فدعاہ (الحسنَ)
شفقتہ علی اُمّة جدّہٖ
الی ترك الملك رغبةً
فیما عند اللہ"

(حاشیہ مشکوٰۃ بر ص۵۶۹)

پس حضرت امام حسنؓ کے واقعہ سے بھی یہ استدلال ہرگز نہیں ہو سکتا کہ وہ خلیفۂ برحق کے معزول کئے جانے کے مؤیّد تھے۔

قرآن پاک کے تراجم کی نمائش

مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کا ضروری اعلان

مجلس خدام الاحمدیہ کے زیرِ انتظام لاہور میں ان شاء اللہ یکم رمضان المبارک (ماہ اکتوبر ۱۹۷۱ء) سے قرآن پاک کے تراجم کی نمائش کا پروگرام ہے تمام بزرگوں اور دوستوں سے اس نمائش کی ہر رنگ کی کامیابی کے لئے دُعا کی درخواست ہے نیز اگر اس سلسلہ میں کوئی مفید مشورہ یا تجویز کسی دوست کے ذہن میں ہو تو مکرم مجیب الرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ قائد مجلس لاہور شہر یا خاکسار کو بھجوا کر ممنون فرمائیں نیز اگر کسی دوست کے پاس ملکی یا غیر ملکی زبان میں ترجمے کا کوئی نایاب نسخہ موجود ہو یا انکے علم میں ہو تو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔ ہر قسم کی ذمہ داری قبول کی جائیگی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

ملک منور احمد جاوید قائد ضلع و علاقہ لاہور

۴/۲۴ گنج مغلپورہ لاہور

ایک لطیف تحقیقی مقالہ

"ابی شلوم کا گھرانہ"

حضرت مسیحؑ کے صلیبی موت سے بچنے کی خبر!

(از مکرم جناب محمد اکرم خان صاحب غوری - لندن)

(۱)

قریباً چوبیس سال ہوئے کہ بحیرہ مُردار کے کنارے وادیٔ قمران میں بہت سے پارینہ صحیفے برآمد ہوئے تھے۔ ان کے مطالعہ و تحقیق میں مغربی علماء کی ایک جماعت مصروف ہے۔ یہ صحیفے غاروں سے بڑی تعداد میں ملے تھے۔ اوّل تو ان بوسیدہ اوراق کو پڑھے جانے کے قابل بنانا ایک نہایت مشکل کام ہے، ذرا سی بے احتیاطی ہو جائے تو ورق ہی ضائع ہو جائے۔ پھر آج سے دو ہزار سال قبل کی عبرانی زبان اور محاورہ کا سمجھنا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تحقیق کے اس کام میں لمبا عرصہ گزر گیا ہے اور تاحال محض چند صحیفوں کا ہی حاصلِ مطالعہ ظاہر کیا گیا ہے۔ جو صحیفے شائع ہوئے ہیں اُن کی قدامت، اسلوب بیان، زبان اور تاریخی اہمیت پر مختلف علماء نے اظہار خیال کیا ہے اور خوب بحث و تمحیص کی ہے۔ بعض امور میں تو یہ علماء متفق الرائے ہیں لیکن بعض میں شدید اختلاف بھی ہے۔

شائع ہونے والے صحیفوں میں سے "حبقوق کی تفسیر" پر متعدد علماء نے رائے زنی کی ہے اور وہ اس امر پر متفق ہیں کہ یہ تفسیر حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زمانہ میں لکھی گئی یا کچھ سال آپ کی آمد سے پہلے یا کچھ سال بعد کی تعیین کی ہے۔ اس تفسیر میں "راستبازی کے استاد" کے ساتھ ساتھ ایک "شریر کاہن" اور ایک "مفتری" کا بھی ذکر کیا ہے اور اسی ضمن میں ایک جماعت یا گروہ کا بھی تذکرہ کیا ہے جسے "ابوسلوم کا گھرانہ" کا نام دیا گیا ہے۔ اور اس تفسیر کا لبّ لباب یہ ہے کہ "شریر کاہن" نے "راستبازی کے استاد" کو اپنے دجل و فریب ظلم و ستم کا نشانہ بنایا اور اُس کا یہ ظلم "یوم کفارہ" کے دن جو یہودیوں کا سالانہ تہوار ہے انتہائی حد کو پہنچ گیا۔ "راستبازی کے استاد" پر ایک جعلی مقدمہ بنا کر اُسے حاکم کی عدالت میں پیش کیا گیا اور جھوٹی شہادتیں گزار کر سزائے موت کا حکم حاصل کیا گیا۔ سزا دینے کے لئے اس کے کپڑے اتارے گئے اور قتل کرا دینے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا گیا لیکن خدائے رحیم نے اس کی مدد کو غیب سے ہاتھ بڑھایا اور ظالموں کی گرفت سے نجات بخشی۔

اِن واقعات کے ضمن میں "ابوسلوم کے گھرانے" کو اسلئے قصور وار ٹھہرایا کہ اُس نے اپنا اخلاقی فرض ادا کرنے میں حد درجہ کوتاہی سے کام لیا۔ ان لوگوں نے "راستبازی کے استاد" پر اپنے سامنے ظلم ہوتے دیکھا لیکن کسی نے صدائے احتجاج بلند نہ کی اور نہ اس کی مدد کو اُٹھے بلکہ اُسے کس میرسی کی حالت میں چھوڑ کر اپنا دامن جھاڑ لیا۔ انجام کار خدائے قہار نے "شریر کاہن" کو اُس کے جرائم کی پاداش میں جکڑ لیا اور وہ کتیم (KITTIM) کے ہاتھوں کیفرِ کردار کو پہنچا۔ تمام مال و دولت اور خزانے جو اُس نے جور و ظلم سے غریبوں کا خون چُوس چُوس کر جمع کئے تھے اُس کے کام نہ آئے بلکہ اُن پر کتیم نے قبضہ کر لیا اور شہر یروشلم کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اہالیانِ شہر کیا مرد کیا عورت، کیا بوڑھا اور کیا بچہ سب کو تیغ کے گھاٹ اُتار دیا۔

اِن صحیفوں کے کرداروں کے بارے میں محققین نے بڑی تنقید سے کام لیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اِس تفسیر میں جو نام درج کئے گئے ہیں مثلاً "راستبازی کا استاد"، "شریر کاہن" یہ ذاتی نہیں بلکہ صفاتی نام ہیں ذاتی اور حقیقی ناموں کو پردۂ اخفاء میں رکھا گیا ہے تحقیق کرنے والوں نے اگرچہ بہت حد تک بے تعصبی اور غیر جانبداری سے کام لیا ہے لیکن ذاتی عقائد کے نقوش کہیں کہیں ضرور اُبھر آئے ہیں اور جہاں بھی یہ ذاتی عقائد سے متاثر ہوئے ہیں خواہ وہ عیسائی ہوں یا یہودی، حقیقت کو ڈھانکنے کی کوشش کی ہے البتہ بعض علماء نے سچائی کو ضرور پا لیا ہے اور اظہارِ حق میں ذاتی معتقدات کو روک نہیں بنایا اور برملا اعلان کر دیا کہ "راستبازی کے استاد" سے یقیناً یقیناً عیسیٰ ابن مریمؑ مراد ہے۔ اعتراف کرنے والوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو کٹڑ پادریوں کی کڑی تنقید سے مرعوب ہو کر اپنے موقف سے رجوع کر گئے لیکن بعض اب بھی اپنی رائے پر بدستور قائم ہیں اور کہتے ہیں کہ تفسیر مذکور میں "راستبازی کے استاد" سے مراد حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

صاف ظاہر ہے کہ "حبقوق کی تفسیر" کسی ایسینی فرقہ کے عالم نے لکھی ہے۔ پیشتر اس کے کہ ہم تفسیر کے بارے میں کچھ بیان کریں ضروری ہے کہ مختصراً ایسینی فرقہ کے بارے میں بتا دیا جائے۔

حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی بعثت سے قریباً دو سو سال قبل یہودیوں کی اخلاقی اور دینی گراوٹ اس حد کو پہنچ چکی تھی کہ قوم میں گنتی کے چند نیک لوگوں کو یہ فکر لگ گیا تھا کہ اگر قوم نے اصلاح نہ کی تو یقیناً یقیناً موردِ غضبِ الٰہی بن جائیں گے یہودی قوم میں یہ گراوٹ یونانیوں کی غلامی اور ان کی اخلاق سوز تہذیب کو اپنانے کے باعث پیدا ہو گئی تھی۔ یہ عام قاعدہ ہے کہ محکوم قوم حاکموں کے طور طریق اختیار کرنے میں فخر محسوس کرنے لگتی ہے اور وہی تمدن آہستہ آہستہ اختیار کر لیتی ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ محکوم قوم کو اپنے

معتقدات قابلِ اعتراض اور حاکموں کے معتقدات قابلِ تقلید نظر آنے لگتے ہیں۔ چنانچہ قوم بنی اسرائیل نے نہ صرف یونانی تمدّن کی تقلید کی اور یونانی لباس اور یونانی بود و باش کی دلدادگی اختیار کی بلکہ یونانی مشرکانہ معتقدات بھی اختیار کر لئے تھے۔ حتّٰی کہ عبرانی نام کے بجائے یونانی ناموں پر فخر کرنے لگے۔

دین سے بے رغبتی اور بے مروّتی کے اس دَور میں ایک یہودی MENELAUS نے انطیاکس (ANTIOCHUS) شاہ انطاکیہ کے عہد میں بڑا رسوخ حاصل کیا اور یونانی بادشاہ کے دربار میں رسائی حاصل کر لی۔ یونانی بادشاہ اس پر اتنا مہربان تھا کہ سردار کاہن کا عہدہ اس کے سپرد کر دیا۔ حالانکہ موسوی قانون کے مطابق بنی لاوی اور بنی ہارون کے علاوہ کسی اور قبیلہ سے کاہن نہ ہو سکتا تھا لیکن یہودی بادشاہ کے سامنے بے بس تھے اور جب یونانی بادشاہ نے مینی لاس کے ذریعہ یہودیوں کی عبادتگاہ میں اپنے بڑے دیوتا ذی اس (ZEUS) کا بُت نصب کرا دیا تو یہودی اپنی عبادتگاہ کی اس بے حرمتی کو برداشت نہ کر سکے اور ایک سردار متّھیاکس (MATTATHIAS) نامی کی سرکردگی میں عَلَم بغاوت بلند کر دیا۔ اس سردار کے پانچ بیٹے تھے جو سب کے سب نہایت جری اور بیدار مغز تھے۔ ان میں سے یہودا سب سے بلند ہمّت اور مستقل مزاج تھا۔ لوگوں نے اسے MACCABEUS کا خطاب دے رکھا تھا کیونکہ اس لفظ کے لغوی معنی "ہتھوڑا" ہیں۔ یعنی دشمنوں کا سر کچلنے کے لئے یہ ہتھوڑے کی طرح سخت تھا۔ اپنے باپ کے بعد یہ قوم کا محبوب لیڈر بنا اور لوگ جوق در جوق اس کے جھنڈے تلے جمع ہونا شروع ہو گئے اور یہودا مکّابی نے یونانیوں کو ہر میدان میں شکست دی یہاں تک کہ یونانی اقتدار کا فلسطین میں خاتمہ ہو گیا اور مکّابی خاندان کی بادشاہت فلسطین میں قائم ہو گئی۔

یہودا مکّابی کے ساتھ شامل ہونے والوں میں ایک ایسا گروہ بھی تھا جو تاریخ میں حسیدیم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ نیک اور راستباز لوگوں کا گروہ تھا جو دُنیاوی علائق سے زیادہ سروکار نہ رکھتا تھا۔ جب یونانی شکست کھا گئے اور یروشلم کی عبادتگاہ بُتوں کی نجاست سے پاک ہو گئی اور لاوی قبیلہ کے فرد کو سردار کاہن بنا دیا گیا تو حسیدیم (HOSIDIM) نے بھی جنگ و پیکار سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ لیکن جب مکّابی خاندان نے بھی بدعات اختیار کر لیں اور دُنیاداری کی طرف جھک گئے تو اس گروہ نے اپنی قوم سے بھی کنارہ کشی کر لی اور شہروں کو چھوڑ کر دیہات میں رہنا شروع کر دیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو بعد میں ایسینی فرقہ کے نام سے مشہور ہوئے۔

مکّابی خاندان کا دَور تقریباً ایک سَو سال رہا (۱۶۰ ق م تا ۶۳ ق م) اور جب ان کے آخری بادشاہ نے یونانیوں کے خلاف روما سے امداد طلب کی تو مشہور رومن جرنیل پامپے (POMPEY) نے یونانیوں کو شکست دیکر فلسطین کو بھی رومن مملکت میں

شامل کر لیا۔ ابتداء میں تو فلسطین کو محض ایک رومی باجگذار ماتحت ریاست ہی بنایا اور اندرونی نظم و نسق میں مداخلت نہ کی۔ ملکی انتظام یہودی سرداروں کے ہاتھ میں ہی رہنے دیا۔ اس دور کے حاکموں میں سے ہیروڈس اعظم یہودیوں کا آخری ممتاز نامور بادشاہ ہوا ہے۔ رومی حکومت کا باجگذار ہونے کے باوجود اندرونِ ملک میں مطلق العنان تھا۔ حد درجہ کا چالاک مکار اور موقعہ شناس تھا۔ اپنے باپ کو قتل کروانے کے بعد تخت پر بیٹھا تھا۔ فرمانروایانِ روما کو چکنی چپڑی باتوں سے قابو میں رکھتا تھا۔ بالخصوص مارک انٹنی (MARK ANTONY) کے دل میں گھر کر رکھا تھا۔ اور چونکہ ریاکارانہ طور پر یہودی معتقدات اور رسومات پر بھی گرمجوشی سے کاربند تھا اسلئے یہودیوں میں بھی مقبول تھا۔ دولت سمیٹنے میں حد درجہ حریص تھا لیکن غرباء پر ظلم سے حاصل کی ہوئی دولت کو اُس نے نہایت فراخدلی سے یورشلم کی عبادتگاہ کی تعمیر و تزئین پر خرچ کیا۔ ان لوگوں کے حق میں جن سے اُسے اپنے تخت کے بارے میں خطرہ ہو سکتا تھا حد درجہ چوکنا رہتا تھا اور اپنے عزیز و اقرباء پر حد درجہ سخت گیری سے کام لیتا تھا اور اس بارے میں وہ ایسا بدنام تھا کہ ایک دفعہ شاہنشاہِ روما آگسٹس نے دربار میں کہا کہ میں ہیروڈس کا بھائی ہونے کی بجائے اُس کا سؤر ہونا زیادہ پسند کروں گا۔ یہ وہی ہیروڈس تھا جس کے متعلق کہا گیا تھا کہ اگرچہ یہ لومڑی کی مانند چور اور مکار تھا لیکن اس نے شیر کی طرح اپنی زندگی گزاری اور کُتّے کی موت مرا۔ اس نے ۳۷ ق م سے ۴ ق م تک حکومت کی تھی۔

ہیروڈس کی وفات کے بعد اس کی مملکت اس کے فرزندوں میں تقسیم ہو گئی اور چونکہ یہ سب نااہل تھے اسلئے رومن حکومت نے فلسطین کا اندرونی انتظام بھی اپنے ہاتھ میں لے لیا اور گورنر مقرر کر دیئے جو PROCURATOR کہلاتے تھے۔

گروہ تسیدیم کے لوگ جنہیں ہم اسیین (ESSENE) کہیں گے آبادیوں سے دُور جنگلات اور وادیوں میں ایک باقاعدہ نظام کے ماتحت رہتے تھے۔ وہ دوسرے فرقوں صدوقیوں اور فریسیوں کی طرح ایک دوسرے سے دست و گریبان نہ ہوتے تھے۔ اگرچہ اُن کا مرکز وادیٔ قمران میں تھا لیکن اُن کی جماعتیں دوسرے علاقوں میں بھی آباد تھیں اور ان بیرونی علاقوں میں بھی وہ اپنے مقرر کردہ نظام کے مطابق ہی رہتے تھے۔ دمشق اور اسکندریہ میں بھی ان کی جماعتیں موجود تھیں۔ یہ لوگ راہبانہ زندگی کو روحانی ترقی کا اعلیٰ ذریعہ قرار دیتے تھے۔ لیکن متاہل زندگی کے شدید مخالف بھی نہ تھے۔ خربۂ ویرانۂ قمران میں ان کا جو مسکن برآمد ہوا ہے اس میں مردوں کی قبروں کے علاوہ عورتوں اور بچوں کی قبریں بھی پائی گئی ہیں۔

متی کی انجیل میں یوحنا علیہ السلام کا جو ذکر ان الفاظ میں آتا ہے کہ "بیابان میں پکارنے والے

کی آواز آتی ہے۔ خداوند کی راہ تیار کرو۔ اس کے راستے سیدھے بناؤ۔" (متی ۳/۳) یہ وہی بیابان ہے جہاں گروہ حسیدیم یا فرقہ ایسین کے لوگ رہتے تھے اور جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پل کر جوان ہوئے تھے۔ اور اسی بیابان یعنی وادیٔ قمران میں سے آپ نے لوگوں کو مسیح کی آمد کے لئے تیار کیا۔ بعض نکتہ وروں کا یہ خیال یقیناً قابلِ قبول ہے کہ اناجیل میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات درج ہیں وہ یا تو ابتدائی ایام یعنی بچپن کے زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں یا پھر اس وقت کے حالات ہیں جب آپ نے اذنِ الٰہی کے ماتحت اپنی رسالت و نبوت کا اعلان کیا تھا۔ درمیانی عرصہ یعنی قریباً بارہ سال کی عمر سے لیکر دعویٔ نبوت کا زمانہ آپ نے بھی حضرت یحییٰؑ کے ساتھ بیابان میں انہی لوگوں کی تربیت میں گزارا تھا۔

(۲)

اس مختصر بیان کے بعد اب ہم تفسیر حبقوق کی طرف لوٹتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تفسیر ایک ایسینی عالم نے لکھی ہے اور وہ اپنے زمانہ کے حالات حضرت حبقوق علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر چسپاں کر رہا ہے۔ ملر برّوز (MILLAR BURROUGHS) نے اپنی کتاب "بحیرہ مُردار کے طومار" (THE DEAD SEA SCROLLS) میں اس پر تنقید کی ہے اور لکھا ہے کہ "اس ڈرامہ کا کردارِ اعظم ایک شخص "راستبازی کا استاد" نامی ہے۔ یہ لقب جسے "راستباز استاد" بھی کہا جا سکتا ہے غالباً عہد نامہ قدیم کی بعض عبارات سے مستنبط ہے۔" (ص ۱۴۴)۔

مصنف مذکور نے تین حوالے اپنی تائید میں پیش کئے ہیں۔ اختصار کی خاطر ہم صرف ایک ہی حوالہ نقل کرتے ہیں:۔

"پس اے بنی صیہون! خوش ہو
اور خداوند اپنے خدا میں شادمانی کرو
کیونکہ وہ تم کو پہلی برسات اعتدال
سے بخشے گا۔ وہی تمہارے لئے بارش
یعنی پہلی اور پچھلی برسات وقت پر
بھیجے گا۔" (یُوایل ۲/۲۳)

مصنف مذکور لکھتا ہے کہ عبرانی لفظ کا ترجمہ "شاہ جیمز ایڈیشن" میں "اعتدال" کیا گیا ہے اور امریکن ورشن (VERSION) نے جس کا ترجمہ "مناسب اندازہ" کیا ہے اس کا ترجمہ "راستبازی" بھی کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح عبرانی جملہ کا ترجمہ "راستبازی کا استاد" بالکل درست ہے۔

حضرت یُوایلؑ (JOEL) کے مندرجہ بالا کلام میں "نزولِ بارش" کا ذکر قابلِ غور ہے۔ روحانی بارش کے نزول سے مراد ہمیشہ نزولِ وحی ہوتی ہے یعنی یہاں نبی کی بعثت کی پیشگوئی کی گئی ہے اور اس پیشگوئی میں دو بارشوں کا پتہ دیا گیا ہے اور بتایا ہے کہ پہلی بارش اعتدال والی ہوگی لیکن دوسری بارش کے ساتھ اعتدال کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا۔ ظاہر ہے کہ پہلی بارش سے جو اپنے اندر اعتدال رکھے گی، مراد "راستبازی کا استاد" ہے یعنی حضرت

عیسیٰ بن مریم علیہ السلام جن کے زمانہ میں نزولِ وحی بحالتِ اعتدال ہوگا لیکن دوسری بارش کثرتِ وحی کی طرف اشارہ کرتی ہے اور اس جگہ ہمارے آقا آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔

اس سلسلہ میں ملر بروز نے ایک اور حوالہ ہوسیع ۱۰/۱۲ سے بھی پیش کیا ہے :۔ "کیونکہ اب موقع ہے کہ تم خداوند کے طالب ہو۔ تاکہ وہ آئے اور تم پر راستبازی برسائے" اور لکھا ہے کہ اس جگہ عبرانی الفاظ کا ترجمہ "راستبازی برسائے" کی جگہ "راستبازی سکھائے" بھی ہو سکتا ہے۔ اور سینٹ جیروم نے یہی ترجمہ کیا ہے۔ اسی طرح شامی ترجمہ میں بھی "راستبازی سکھائے" ہی ترجمہ کیا گیا ہے مصنّف مذکور نے اس تمہید سے یہ ثابت کیا ہے کہ ایسینی مفسّر نے اپنی تفسیر میں محض جذباتی طور پر "راستبازی کا استاد" نہیں لکھ ڈالا بلکہ یہی اصل ترجمہ ہے۔ ایسینی مفسّر یقیناً ایک ایسا عالم تھا جسے عبرانی زبان پر پورا عبور حاصل تھا پس ثابت ہوا کہ "راستبازی کا استاد" ایک عظیم الشان کاہن تھا جس کے متعلق اس کے شاگردوں کا ایمان تھا کہ وہ انبیائے سلف کی پیشگوئیوں کا مصداق بھی تھا اور جسے پیشگوئیوں کی تعبیر کرنے اور ایسی گتھیوں کے سلجھانے میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ اور اگرچہ ہمیں یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ وحی الٰہی سے بھی مشرف تھا جیسا کہ ایلی گر (ELLIGER) کا بھی خیال ہے لیکن اس کے شاگرد اسے عالی مقام دیتے تھے اور ان شاگردوں کی جماعت ہی ایکلی جماعت تھی جو احکامِ شریعت پر چلنے کی کوشش کرتی تھی اور اپنے استاد کو وحی کی نعمت سے محروم خیال نہ کرتی تھی۔" (ص۱۴۶)

یہ افسوس ہے کہ اس صحیفہ کے تمام اوراق محفوظ نہیں ہیں۔ بہت سا حصّہ کرم خوردہ ہے اور بہت سے حصّے ایسے ہیں جن کا پڑھا جانا ممکن نہیں لیکن پھر بھی اس تفسیر کا بیشتر حصّہ پڑھ لیا گیا ہے۔ ایسینی عالم نے جو تفسیر کی ہے اس میں سے کچھ ہم یہاں درج کرتے ہیں اور زمانہ حال کے علماء کی تنقید بھی درج کرتے ہیں :۔

"اسلئے شریعت کمزور ہو گئی"

ایسینی مفسّر لکھتے ہیں "اس کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں نے خدا کے قانون کو پس پشت ڈال دیا...... اور انصاف مطلق جاری نہیں ہوتا کیونکہ شریر آدمی راستباز آدمی کو گھیر لیتا ہے......"

یہاں "شریر" سے مراد "شریر کاہن" ہے اور راستباز آدمی سے مراد "راستبازی کا استاد" ہے۔ اس کے بعد کی عبارت ضائع ہو گئی ہے پڑھی نہیں جاتی۔

"اے میرے خدا! اے میرے
قدوس! کیا تو ازل سے نہیں
ہے؟ ہم نہیں مریں گے!
اے خداوند! تو نے ان کو
عدالت کے لئے ٹھہرایا ہے!

اور اے جٹان! تُونے انکو تادیب کے لئے مقرر کیا ہے۔ تیری آنکھیں ایسی پاک ہیں کہ تو بدی کو دیکھ نہیں سکتا اور کجرفتاری پر نگاہ نہیں کر سکتا۔ پھر تو دغا بازوں پر کیوں نظر کرتا ہے۔ اور جب شریر اپنے سے زیادہ راستباز کو نگل جاتا ہے تب تو کیوں خاموش رہتا ہے؟"

(آیت ۱۲-۱۳ حبقوق) اس بیان سے مراد یہ ہے کہ خدا اپنے بزرگان کو بدکاروں کے ہاتھوں تباہ نہیں کریگا بلکہ تمام قوموں کے انجام کو خدا کے مقبولوں کے ہاتھ میں دیا جائے گا اور تمام شریر اور بدکار لوگ ان کے ہاتھوں کیفرِ کردار کو پہنچیں گے۔ یہ اسلئے ہوگا کہ انہوں (یعنی مقبول بندوں) نے مصیبت اور آشوب کے زمانہ میں خدا تعالیٰ کے احکام کی پیروی نہ کی تھی اور یہ جو کہا ہے کہ "تیری آنکھیں ایسی پاک ہیں کہ تو بدی کو دیکھ نہیں سکتا" اس سے مراد یہ ہے کہ بدی اور کجرفتاری کے زمانہ میں اپنی آنکھ کے حرص کی پیروی نہیں کی یعنی یہ کہ بداعمالی اختیار نہ کی۔"

"پھر تو دغا بازوں پر کیوں نظر کرتا ہے اور جب شریر اپنے سے زیادہ راستباز کو نگل جاتا ہے تب تو کیوں خاموش رہتا ہے۔" اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ "ابی شلوم کا گھرانہ" اور اس گروہ کے آدمی جنہوں نے "راستبازی کے استاد" کی ایذادہی اور ستائے جانے پر خاموشی اختیار کی اور "مفتری بندہ" کے خلاف اُس کی کوئی مدد نہ کی۔ اور جس نے تمام مجمع کے درمیان شریعت کے قانون کو پس پشت ڈال دیا۔"

"ابی شلوم کے گھرانے" کے بارے میں طریروز لکھتا ہے:۔

"تفسیر حبقوق کی تعیین کے مسئلہ میں "ابی شلوم کے گھرانے" کا سوال بڑی گرما گرم بحث کا موجب رہا ہے اور اس پر بہت رائے زنی کی گئی ہے۔ اس بارے میں کئی امور غور طلب ہیں۔ ایک یہ ہے کہ "راستبازی کے استاد" کی سزا سے کیا مراد ہے؟ جس عبرانی لفظ کا ترجمہ میں نے "سزا" (CHASTISEMENT) کیا ہے اس کے اور معانی بھی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ملامت، ڈانٹ ڈپٹ، تردید، ثبوت، مجرم قرار دینا، یا تادیب لیکن صحیح معنی تو متن پر غور کرنے اور سیاق و سباق دیکھ کر ہی تصوّر میں آ سکتے ہیں۔ ایلیگر (ELLIGER) نے یہ دلیل دی ہے کہ چونکہ یہ الفاظ آیات ماقبل میں آ چکے ہیں اسلئے مفسّر نے "راستبازی کے استاد" کو

سزا دینا مراد لیا ہے ۔"

"اس بات سے کہ پچھلے جملہ کا تعلق لفظ "عدالت" سے ہے ۔ ایلیگر نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اس سے مراد ایک قانونی مقدمہ ہے جس میں عدالت نے ایک فرد جرم لگائی ہے ۔ اور مفسر مذکور کی مراد یہ ہے کہ چونکہ" ابو شلوم کے گھرانے " نے "راستبازی کے استاد" کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا اور اس کی حمایت اور تائید میں کھڑے نہ ہوئے تھے اسلئے "بندۂ مفتری" نے موقعہ پاکر شریعت کے قانون کا غلط استعمال کیا اور عدالت سے سزا کا حکم حاصل کر لیا" (ص۱۴۷)

"سزا" کے لفظ کے متعلق مذکورہ نحوی بحث کے بعد یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ اس معاملہ میں "بندۂ مفتری" فاعل ہے اور "راستبازی کا استاد" مفعول ہے کہ اسے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا"

اناجیل میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا مقدمہ پیلاطوس کی عدالت میں پیش ہوا جہاں سردار کاہن نے آپ پر جھوٹا الزام لگایا اور اس کے چیلوں چانٹوں نے آکر جھوٹی شہادتیں دیں اور ان سب نے شریعت موسوی کی غلط توضیح کی جس کی بنا پر عدالت سزا دینے پر مجبور ہو گئی ۔ یہ مقدمہ پیلاطوس کی عدالت میں لائے جانے سے پہلے یہودی کونسل میں بھی پیش کیا گیا تھا جس میں سربراہان قوم موجود تھے اور سب نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ ملزم نے نہایت سنگین جرم کا ارتکاب کیا ہے جس کی پاداش میں قرار واقعی سزا دینے کا اختیار اس کونسل کو حاصل نہیں اسلئے یہ مقدمہ رومن گورنر کی عدالت میں پیش کیا جائے ۔

ممکن ہے کہ یوسف آرمتیا بھی اس کونسل میں موجود ہو انجیل اس بارے میں خاموش ہے ۔ کونسل کے اجلاس میں شامل ہونے والوں کے نام نہیں بتائے ۔ یہ بھی ممکن ہے بلکہ قیاس غالب یہی ہے کہ یوسف آرمتیا موجود نہ ہو ۔ یہ معاملہ رات کے وقت نہایت عجلت میں ہنگامی طور پر کونسل کے سامنے پیش کیا گیا تھا اور جلدی میں تمام ممبران کو شامل ہونے کا موقعہ نہ ملا ہو ۔ اگر یوسف آرمتیا اس کونسل میں شریک تھا تو قیاس غالب یہی ہے کہ اس نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حق میں آواز اٹھائی ہوگی اور یہ آواز صدا بصحرا ثابت ہوئی ۔ اکیلے طوطی کی آواز کو نقارخانے میں کسی نے نہ سنا اسلئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یوسف آرمتیا نے مداہنت سے کام لیا اور کونسل کے اجلاس میں سب کی ہاں میں ہاں ملائی ۔ یوسف آرمتیا کا کردار جو اناجیل سے ظاہر ہوتا ہے اس الزام کی زور سے نفی کرتا ہے کیونکہ اس نے خود کو علانیہ حضرت عیسٰیؑ کا ہمدرد و غمخوار ظاہر کیا ۔ تمام یہودی سربراہوں اور خاص و عام کی موجودگی میں یوسف آرمتیا نے حضرت عیسٰیؑ کے وارث کی حیثیت سے لاش کا مطالبہ کیا اور علانیہ سب حاضرین کے سامنے اس

وش کو ادویات لگائیں اور کفن میں لپیٹا اور اپنے ذاتی باغ کے اندر اپنے خاندانی قبرستان میں اپنے ساتھیوں کی امداد سے دفن کیا۔ لہذا یہ صریح ظلم ہوگا کہ یوسف آرمتیا، نکوڈیمس اور اس کے ساتھیوں کو سردار کاہن کا ہمنوا خیال کیا جائے۔

"ابوشلوم کے گھرانے" کے متعلق بحث کرتے ہوئے بلز بروز نے لکھا ہے :-

"کیا ہم یہ خیال کریں کہ یہاں واقعی ایک ایسے شخص کا ذکر ہے جس کا ذاتی نام ابوشلوم تھا یا یہ نام محض تمثیلی ہے؟ ہم نے بارہا بیان کیا ہے کہ اس تفسیر میں کسی ایک شخص کو بھی اسکے اصلی نام سے یاد نہیں کیا گیا... اس بارے میں مختلف توضیحات کی گئی ہیں جن میں خیال کیا گیا ہے کہ ابی شلوم کسی خاص شخص کا نام ہوگا یا تاریخ میں اس نام کے متعدد اشخاص کی طرف اشارہ مقصود ہو لیکن ہمارے خیال میں یہ قرین قیاس نہیں ہے۔ اس قصہ میں تو تمام افراد کے نام کو خاص طور پر پردۂ اخفاء میں رکھا گیا ہے۔ اس نام سے کسی خاص گروہ کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔" (صـ۱۴۹)

یہ بالکل درست ہے کہ مفسر نے بطور شکوہ ذکر کیا ہے کہ "ابوشلوم کے گھرانے" کو "بندۂ مفتری" کے بالمقابل "راستبازی کے استاد" کی حمایت کرنا لازم تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ شاگردوں میں سے بعض نے بیوفائی کا ثبوت دیا ہو جیسا کہ یہودا اسکریوطی، پطرس اور یوحنا کے متعلق خود اناجیل میں درج ہے کہ ایک نے تیس درہم پر آقا کو گرفتار کروا دیا اور دوسرے نے ایک سانس میں تین بار اپنے آقا پر لعنت بھیجی اور تیسرے کو جب سپاہی نے گرفتار کرنے کے لئے ہاتھ ڈالا اور سپاہی کا ہاتھ چادر پر پڑا تو چادر سپاہی کے ہاتھ میں چھوڑ کر مادرزاد ننگی حالت میں بھاگ گیا۔ اس وقت اس کے جسم پر صرف اکیلی چادر ہی تھی۔ اور یہ وہ حواری تھا جو ایک صحت مند جوان تھا اور جسے حضرت مسیح علیہ السلام بہت عزیز رکھتے تھے۔

ہاں یہ درست ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چیدہ بارہ حواریوں میں سے بعض کا کردار خاصہ گھناؤنا ہے لیکن یہ بھی درست ہے کہ بعض دوسرے شاگردوں نے پوری وفاداری کا نمونہ پیش کیا۔ واقعۂ صلیب پر اور اس کے بعد جان ہتھیلی پر رکھ کر اپنے آقا کی حفاظت کی بلکہ یوسف آرمتیا نے اپنے آقا کی خاطر نہ صرف کثیر مالی نقصان برداشت کیا بلکہ سردار کاہن کے ہاتھوں قیدخانہ کی سزا بھی برداشت کی اور آپکے اسینی فرقہ کے شاگردوں نے آپ کی جاری کردہ تحریک کو زندہ رکھا اور بڑی بڑی قربانیاں دیکر آپکی تعلیم کی اشاعت کی۔ اسی باعث تو تفسیر نے ذکر کیا ہے کہ "یہوواہ کے گھرانے کے تمام شریعت پر عمل کرنیوالوں کی خدا عدالت کرنیوالوں (کے ظلم) سے رستگاری کریگا۔" یہ انکی سعی کے نتیجہ میں ہوگا اور اسلئے ہوگا کہ انہوں نے راستباز کا یقین کیا۔

"شریعت پر کاربند رہنے والے یہوواہ کے گھرانہ" کے متعلق ڈیل میڈیکو (DEL MEDICO) اور

براؤنلی (BROWNLEE) دونوں کا یہ خیال ہے کہ "یہوداہ" "راستبازی کے استاد کا" کا اپنا نام تھا لیکن اغلب یہی ہے کہ "یہوداہ کے گھرانے" سے مراد تمام قوم یہود ہو جن میں سے شریعت پر قائم رہنے والوں کو شریعت پر نہ چلنے والوں سے تمیز کر دیا گیا ہے۔

"ڈیل میڈیکو کا خیال ہے کہ "عدالت کے گھر" سے رومی گورنر کی عدالت مراد ہے اور "راستباز کا یقین کیا" والے جملہ سے مراد یہ ہے کہ وہ "راستبازی کے استاد" پر ایمان لے آئے تھے۔ یہی خیال بارتھیلیمی (BARTHELEMY) نے بھی ظاہر کیا ہے اور کہا ہے کہ "راستبازی کا استاد" وحی الٰہی سے مشرف تھا۔ اور بائیبل کی پیشگوئیوں اور شریعت کے احکام کی توضیح کا پورا ملکہ رکھتا تھا اسلئے اسکی تعلیم پر ایمان لانا ضروری تھا۔"

دوسرے باب کی ساتویں اور آٹھویں آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اسینی مفسر نے لکھا ہے کہ یہاں وہ کاہن مراد ہے جس نے بغاوت ۔۔۔ (اسکے بعد کی عبارت غائب ہے) لیکن ڈوپوں سومر (DUPONT-SOMMER) نے قیاس کیا ہے کہ حذف شدہ سطور میں "راستبازی کے استاد" کا ہی ذکر ہے کیونکہ آگے ذکر ہے کہ ظالمانہ سزا کے نتیجہ میں اسے کوڑے لگائے گئے، اسے وحشیانہ اذیتیں دی گئیں اور اس کے جسم کو مجروح کیا۔ اور یہ جو ذکر کیا گیا ہے کہ "چونکہ تو نے بہت سی قوموں کو لوٹ لیا اور ملک و شہر اور آبادیوں میں خونریزی اور ستمگری کی ہے اسلئے باقیماندہ لوگ تجھے غارت کریں گے" اس سے مراد یہ ہے کہ شہر یروشلم کے آخری کاہنوں کو انجام کار کتیم کے حوالہ کیا جاویگا اور وہ تمام مال اور خزانے جو انہوں نے غریبوں سے لوٹ کھسوٹ کر جمع کئے تھے اُن کے کام نہ آئینگے "باقیماندہ لوگوں" سے مراد کتیم یعنی رومی حکومت ہے۔ "ملک و شہر اور آبادیوں میں خونریزی اور ستمگری" سے مراد یہ ہے کہ شریر کاہن کو بسبب اسکے کہ اس نے راستبازی کے استاد اور اسکے متبعین پر ستمگری کی اسے اس جرم کی سزا میں اسکے دشمنوں کے حوالہ کیا جائے گا سو وہ تباہی کے کوڑوں اور روحانی اذیتوں کا شکار ہوگا کیونکہ اس نے خدا کے مقبول اور اسکے ساتھیوں پر ظلم روا رکھا۔

نویں، دسویں اور گیارھویں آیات کی تفسیر کا اکثر حصہ ضائع ہوگیا ہے صرف یہ باقی رہا ہے جو تباہی کے ضمن میں بیان ہوا ۔۔۔ اسکی اینٹیں بھی برباد ہونگی اور اسکے لکڑی کے شہتیر چُرائے جائیں گے۔ اور یہ جو کہا گیا کہ "تو نے بہت سی امتوں کو برباد کر کے اپنے گھرانے کے لئے رسوائی حاصل کی اور اپنی جان کا گنہگار ہوا" اسکے معنی یہ ہیں کہ "عدالت کے گھر" کے بارے میں خدا قوموں کے درمیان عدالت کریگا اور انکے درمیان اس پر اپنا حکم جاری کریگا اور آگ اور گندھک کا لقمہ بنائے گا

اگلی آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "شریر کاہن" ظلم و جور اور دجل و فریب سے شہر کی تعمیر کا کام کریگا لیکن اس کی یہ تلبیس اور طمع کاری برومند نہ ہوگی بلکہ انجام کار یہ خود اور اسکے فریب خوردہ ساتھی سب کے سب آتشیں فیصلوں کا منہ دیکھیں گے بسبب اسکے کہ یہ خدا تعالیٰ کے فرستادہ کی تذلیل کرتے تھے اور

سب و شتم سے کام لیتے تھے۔

باقیماندہ آیات کی تفسیر میں بھی یہی مضمون ہے اور واضح کیا ہے کہ ظالموں کا کیا انجام ہوگا اور ظلم کرنے والے کس طرح سزا پائیں گے اور تباہی و بربادی کا نشانہ بنیں گے۔ ان کے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائیگی اور لاکھوں زن و مرد اور بچے اور بوڑھے سخت اذیتیں اٹھانے کے بعد موت کے گھاٹ اُتارے جائیں گے۔

"ابی شلوم" کے لغوی معنی ہیں "امن کا حمایتی" تفسیر حقوق میں جو یہ ذکر آتا ہے کہ "ابی شلوم" نے صادق استاد کی کچھ بھی حمایت نہ کی۔ اس معصوم پر ظلم ٹوٹتے رہے۔ خدا کے اس فرستادہ کے جسم کو نہایت بے دردی سے چھیدا گیا اور یہ لوگ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ یہ کون لوگ ہیں؟ یہ وہ ہیں جو یہودی کونسل کے رُکن تھے اور جن کے سامنے سردار کاہن کائفا نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو گرفتار کر کے ایک ملزم کی حیثیت سے پیش کیا تھا اور جنہوں نے شریر کاہن کائفا کی ہاں میں ہاں ملائی اور خدا کے پیارے اور برگزیدہ معصوم نبی کو چوروں اور ڈاکوؤں کی طرح پیلاطوس کی عدالت میں بھیجا۔

اس صحیفہ کے مفسر نے اس شریر گروہ کو ابی شلوم سے تشبیہ دی ہے۔ دراصل ابی شلوم نام تھا حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے کا جس نے باپ کے خلاف بغاوت کا عَلَم اُٹھایا تھا اور انجام کار قتل کیا گیا تھا۔ گویا تمثیلی رنگ میں بتایا گیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن میں باپ کے خلاف بغاوت کی روح کام کر رہی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحیثیت نبی اپنی قوم کے باپ تھے۔ انجیلوں میں حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد بتایا گیا ہے اور یہودیوں کی کتب احادیث و تفاسیر میں یہ بتایا گیا ہے کہ خبر دی گئی تھی کہ ان کا موعود مسیح بنی ہارون اور بنی یہودا میں سے ہوگا۔ چنانچہ یہودی علماء غلطی سے یہ سمجھ رہے تھے کہ ان کی اصلاح اور ترقی کی خاطر دو مختلف مصلح ظاہر ہوں گے۔[1] ایک حضرت ہارون کی اولاد یعنی لاوی قبیلہ سے ہوگا اور دوسرا بنی یہودا یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوگا اور یہ دو الگ الگ شخصیتیں ہوں گی حالانکہ یہ پیشگوئی حضرت عیسیٰ ابن مریم کے وجود میں پوری ہو گئی تھی۔ حضرت مریم ہارون کے گھرانہ سے تھیں اور یوسف نجار بنی یہودا سے۔

اس تفسیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے کاہنوں اور یہودی سربراہوں کو اسلئے

---

[1] عجیب بات ہے کہ اسی قسم کا خیال مسیح موعود اور مہدی کے بارے میں مسلمانوں میں بھی رواج پا گیا تھا۔ وہ احادیث پر قلت تدبر کے باعث یہ گمان کرنے لگے تھے کہ دو شخصیتیں ظاہر ہوں گی۔ مہدی الگ ظاہر ہوگا اور عیسیٰ بن مریم الگ نازل ہوگا۔

"ابی سلوم کا گھرانہ" کہا گیا ہے کہ انہوں نے وقت کے نبی سے سرکشی کی۔ حالانکہ نبی قوم کے باپ سے بھی برتر ہوتا ہے۔ یہود نے دیدہ و دانستہ مسیحؑ پر حکومت سے بغاوت کا جھوٹا الزام تراشا اور باوجود جاننے کے کہ آپؑ بالکل معصوم ہیں ان میں سے کسی نے سچائی کی حمایت نہ کی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس تفسیر کے مطابق "یہوداہ کے گھرانے" سے مراد حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اور ان کے حواری اور شاگرد ہیں۔ اور "ابوسلوم کے گھرانہ" سے مراد کاہن سردار کاہن اور اس کے ہم خیال و ہم مشرب سرکش و معاند یہودیوں کا گروہ ہے اور جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں محققین کا یہ خیال ہے کہ یہ تفسیر واقعہ صلیب کے بعد لکھی گئی ہے اور مفسر نے ثابت کیا ہے کہ حبقوق نبی کی پیشگوئیاں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی ذات میں حرف بحرف پوری ہوئیں۔

وادی قمران کے طوماروں میں سے بعض طومار ایسے بھی ملے ہیں جو خود "راستبازی کے استاد" نے اپنی قلم سے لکھے ہیں۔ ان میں سے اکثر مناجات کے طرز پر ہیں جن میں ان مظالم کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو ظالم کاہنوں نے آپؑ پر روا رکھے اور یہ کہ کس طرح خدائے قیوم نے انہیں موت کے منہ سے نکال لیا۔

عیسائی علماء کی یہ زبردست کوشش ہے کہ یہ ثابت کریں کہ "راستبازی کا استاد" کوئی ایسا نیک اور راستباز شخص ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے گزر چکا تھا۔ ان علماء کی یہ غلط کوشش کسی طرح بھی قابل تعجب نہیں کیونکہ اس ایک نقطہ پر عیسائی مذہب کا دارومدار ہے۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ "راستبازی کا استاد" فی الحقیقت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہی ہیں اور وہ صلیب سے زندہ بچ گئے تھے تو موجودہ عیسائیت یعنی صلیبی کفارہ والے دین کا ڈھانچہ یکسر زمین پر آ گرے گا۔

خدا تعالیٰ کے کام اس کی اپنی حکمت کے مطابق چل رہے ہیں۔ جب وہ چاہے گا وہ ایسے مزید ثبوت بھی مہیا کر دے گا جن کے سامنے کفارہ کا مسئلہ خود عیسائیوں کو بھی یکسر غلط نظر آنے لگے گا۔

فہرست معاونین الفرقان

آپ کا نام اس فہرست میں کب آئیگا؟

ماہنامہ الفرقان کے پنجسالہ معاونین خاص وہ ہیں جو یکمشت چالیس روپے ادا کر کے پانچ سال کے لئے خریدار بن جاتے ہیں۔ ان کے لئے دعا کی تحریک بھی کی جاتی ہے اور رسالہ بھی انہیں ملتا رہتا ہے۔ آپ کا نام ابھی تک اس فہرست میں کیوں نہیں آیا؟ (مینیجر الفرقان ربوہ)

ایک بیش قیمت علمی تحقیق[1]

(از قلم محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب)

فضل عمر فاؤنڈیشن ٹھوس علمی تحقیقات کو فروغ دینے کے لئے ہر سال حوصلہ افزا انعام دیتی ہے یہ ایک ایسا سلسلہ ہے جسے خدا کے فضل سے پہلے ہی سال پھل لگنے شروع ہو گئے۔ ان پھلوں میں ایک خاص طور پر شیریں اور خوشنما اور معطر پھل وہ تحقیقی مضمون ہے جو برادرم مکرم پروفیسر عبد الرشید غنی صاحب نے بڑی علمی کاوش اور محنت اور کرید کے بعد مرتب فرمایا اور فضل عمر فاؤنڈیشن کی خدمت میں حسن و قبح کے فیصلہ کے لئے پیش کیا عنوان اس مضمون کا "اسلام کا وراثتی نظام" ہے۔ جب یہ مضمون مختلف اندرونی اور بیرونی منصفین کی خدمت میں فیصلہ کے لئے پیش کیا گیا تو سب نے اسے بہت سراہا اور بعض نے تو اچھے نمبر دینے کے علاوہ غیر معمولی تعریفی کلمات اس مضمون کے حق میں لکھے۔ چنانچہ فضل عمر فاؤنڈیشن نے اس مضمون کو ایک نہایت اعلیٰ کوشش قرار دیتے ہوئے انعام کا مستحق قرار دیا اور اس قابل سمجھا کہ اگر مصنف خود اسے طبع کروا سکیں تو طباعت کے سلسلہ میں انکی ہر ممکن امداد کی جائے۔ یہ مضمون اب ایک خوشنما کتاب کی صورت میں چھپ کر بام پر آگیا ہے اور ہر عاشق علم کو دعوت نظارہ دے رہا ہے۔

اسلامی وراثت کے قوانین اگرچہ محدودے چند قرآنی آیات میں سمیٹ دیئے گئے ہیں لیکن حقیقت میں وہ وراثت کی سینکڑوں امکانی صورتوں پر پوری طرح حاوی اور ہر پیدا ہونیوالی الجھن کا حل اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اس قرآنی معجزہ کا پورا لطف اٹھانا ہر کس و ناکس کا کام نہیں اور جب تک محققین کی سالہا سال کی محنتوں کے نتائج سے استفادہ نہ کیا جائے اور اہل علم کی آنکھ سے ان مسائل کو نہ دیکھا جائے اس معجزہ کی پوری شان ایک عامی کو نظر نہیں آسکتی۔ اس پہلو سے برادرم پروفیسر غنی صاحب کی تحقیق ایک بلند پایہ کوشش ہے اور مختصر قرآنی آیات کی اندرونی وسعتوں میں جھانکنے میں بہت مدد دیتی ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ اس کے علاوہ یہ ایک عملی ضرورت کی بیش قیمت کتاب ہے جو وراثت کی نہایت مشکل اور پیچیدہ امکانی صورتوں کو بھی بڑے عمدہ اور سہل طریق پر حسابی رنگ میں حل کر دیتی ہے۔

دینی علوم سے شغف رکھنے والوں نیز قانون دانوں کے پاس تو اس کتاب کا ہونا از بس ضروری ہے۔

---

[1] یہ کتاب مکتبہ الفرقان ربوہ سے بھی طلب فرما سکتے ہیں۔

اشتہار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ　　نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

(تیری عاجزانہ راہیں اسکو پسند آئیں)

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَ النَّاصِرُ

فون فیکٹری - ۲۹۴۶　　فون آفس - ۴۲۶۱

فون دکان - ۲۴۸۲　　فون رہائش - ۲۲۵۴

★ ہم اپنے کرم فرماؤں سے گزارش کرتے ہیں کہ پارچہ جات خریدتے وقت سفینہ پرنٹنگ کے پارچہ جات طلب فرمائیں۔

★ سفینہ پرنٹنگ کے پارچہ جات واقعی دلفریب ہیں جو ڈیزائننگ میں لاجواب اور رنگوں میں جاذب نظر ہیں۔

سفینہ

پرنٹنگ اینڈ ڈائنگ ورکس

مقبول روڈ۔ لائل پور

والسّلام
خاکسار
داؤد احمد شاکر
معتمد مجلس
مجلس خدام الاحمدیہ لائل پور شہر

برانچ آفس

عبداللہ کلاتھ ہاؤس ریل بازار۔ لائلپور

الفردوس

انارکلی میں

لیڈیز کپڑے کے لئے

آپ کی اپنی

دکان ہے

الفردوس

۸۵- انارکلی- لاہور

مفید اور مؤثر دوائیں

نور کاجل

ربوہ کا مشہور عالم تحفہ

آنکھوں کی صحت اور خوبصورتی کیلئے نہایت مفید

خارش، پانی بہنا، پھپھنی، ناخنہ، ضعف بصارت

وغیرہ امراض چشم کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔ متعدد

جڑی بوٹیوں کا سیاہ رنگ جوہر ہے جو عرصہ ساٹھ سال

سے استعمال میں ہے۔

خشک و تر۔ فی شیشی سوا روپیہ

تریاقِ اٹھرا

اٹھرا کے علاج کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ

کی بہترین تجویز جو نہایت عمدہ اور اعلیٰ اجزاء کے ساتھ

پیش کی جارہی ہے۔

اٹھرا بچوں کا مُردہ پیدا ہونا، پیدا ہونے کے بعد

جلد فوت ہوجانا یا چھوٹی عمر میں فوت ہوجانا یا لاغر ہونا

ان تمام امراض کا بہترین علاج۔

قیمت پندرہ روپے

خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ

گول بازار ربوہ۔ فون نمبر ۳۸

(طابع و ناشر۔ ابوالعطاء جالندھری ؛ مطبع۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ ؛ مقام اشاعت۔ دفتر ماہنامہ الفرقان ربوہ)

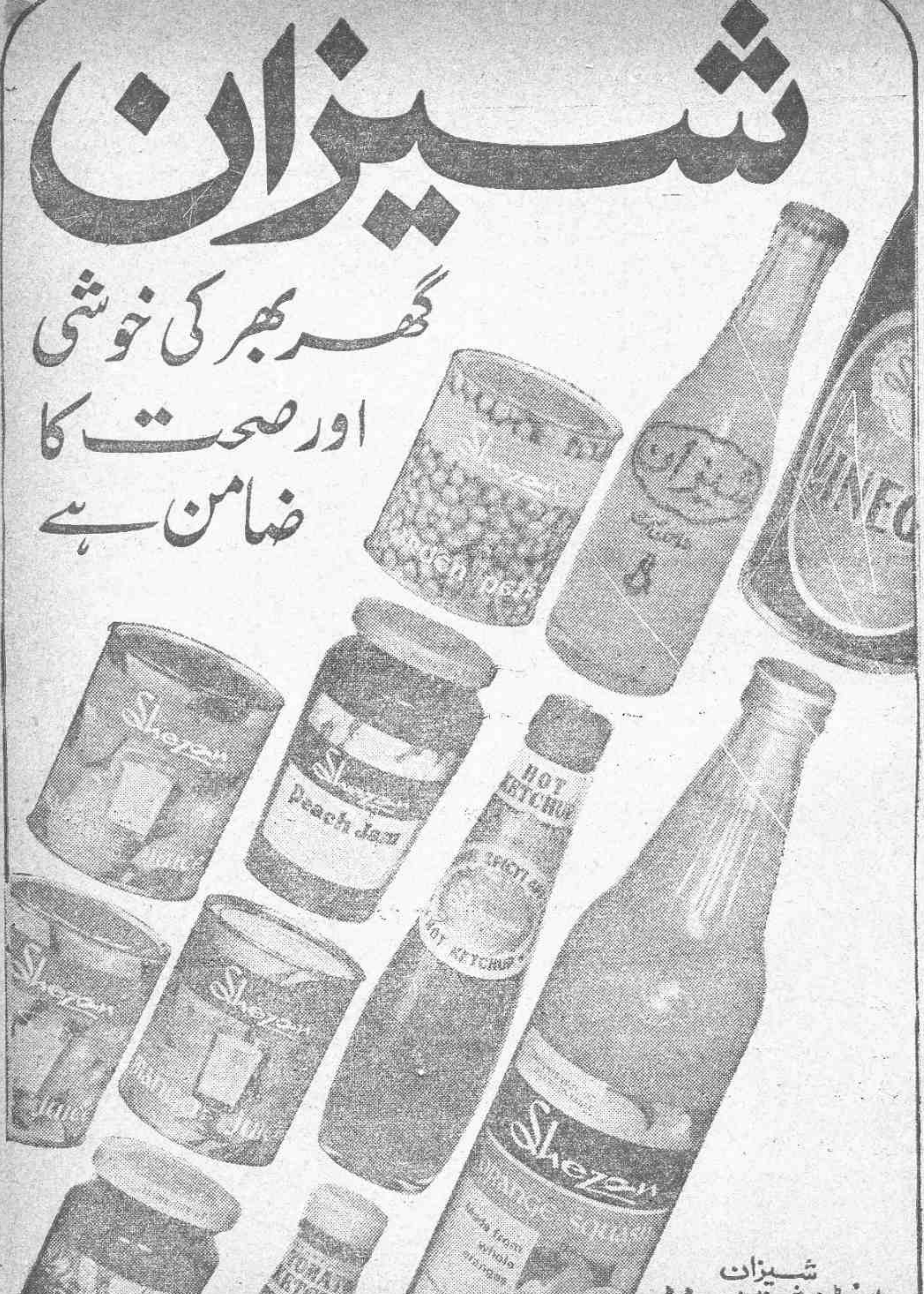
شیزان
گھر بھر کی خوشی
اور صحت کا
ضامن ہے
Shezan
Peach Jam
HOT KETCHUP
Plum Jam
شیزان
انٹرنیشنل لمیٹڈ
بند روڈ۔ لاہور

٭ مکتبہ الفرقان کی نہایت مفید کتابیں ٭

(۱) **تفہیمات ربانیہ :** جس میں مخالفین سلسلہ کے جملہ اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ صرف چند نسخے باقی ہیں۔

(۲) **تحریری مناظرہ (تردید عیسائیت)** : عیسائی پادری عبدالحق صاحب اور سلسلہ احمدیہ کے مناظر کے درمیان الوھیت مسیح پر تحریری مناظرہ ہے جس میں دوسرے پرچہ کے بعد ہی پادری صاحب لاجواب ہو کر عاجز آگئے۔ قابل مطالعہ ہے۔ (قیمت ڈیڑھ روپیہ)

(۳) **بہائی شریعت پر تبصرہ :** بہائیوں کی اصل شریعت مع اردو ترجمہ و تبصرہ (قیمت ڈیڑھ روپیہ)

(۴) **کلمۃ الحق :** خلافت راشدہ پر تحریری مناظرہ جس میں اہلسنت والجماعت کی طرف سے حضرت حافظ روشن علی صاحب رضؓ مناظر تھے۔ (قیمت پچھتر پیسے)

(۵) **القول المبین فی تفسیر خاتم النبیین:** جناب مودودی صاحب کے رسالہ کا مکمل لاجواب جواب ہے۔ (حجم ۲۵۰ صفحات قیمت دو روپے)

(۶) **مباحثہ مصر** (انگریزی) : عیسائی پادریوں سے احمدی مبلغ کا شاندار مناظرہ (قیمت ایک روپیہ پچیس پیسے)

(۷) **نبراس المومنین :** رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ۰۰۱ احادیث کا سلیس ترجمہ و تشریح ۔ (قیمت صرف پچاس پیسے)

(۸) **کلمۃ الیقین :** ختم نبوت کی مختصر صحیح تشریح ۔ (قیمت صرف بارہ پیسے)

(۹) **الفرقان کا درویشان قادیان نمبر :** (رعائتی قیمت پچھتر پیسے)

(۱۰) **ماھنامہ الفرقان کے سالانہ مجلد مکمل فائل ۱۹۶۴ء تا ۱۹۷۰ء تک** (ھر سال کے علیحدہ علیحدہ) (قیمت ھر مجلد نو روپے)

نوٹ : محصول ڈاک خریدار کے ذمہ ھوتا ہے۔

مینجر مکتبہ الفرقان ربوہ

Only Title printed at the Nusrat Art Press, Rabwah.